



مقالہ تیسویں ضمیمہ

علامہ محمد علی کاشمیری قادری

تصنیف:

الممتاز پبلی کیشنز لاہور

مقالات رضویہ

تحریر

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مرتب

محمد عبدالستار طاہر

الممتاز پبلی کیشنز، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	مقالات رضویہ
مصنف	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
مرتب	محمد عبدالستار طاہر
پروف ریڈنگ	محمد عبدالستار طاہر
صخامت	۱۳۲
تعداد	۱۰۰۰
کمپوزنگ	الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور 7225944
ناشر	الممتاز پبلی کیشنز، لاہور
باہتمام	حافظ ثار احمد قادری
قیمت	۳۶/۰۰

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ

۱- جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

۲- وائٹا دربار مارکیٹ، لاہور- فون: 7226193

صفحہ نمبر	ترتیب	نمبر شمار
۵	پہلی بات محمد عبدالستار طاہر	۱
۱۰	حیات شرف، ایک نظر میں محمد عبدالستار طاہر	۲
	باب نمبر 1- قرآنیات	۳
۱۹	☆ اصول ترجمہ قرآن کریم	
۲۹	☆ قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ	
۳۶	☆ ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی	
	باب نمبر 2- سیرت	۴
۴۹	☆ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ☆ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی	
	باب نمبر 3- ہم عصر علماء سے تعلقات	۵
۵۷	☆ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، امام احمد رضا کی نظر میں	
	باب نمبر 4- تقییدات و تعاقبات	۶
۷۳	☆ امام احمد رضا حقائق کی روشنی میں	
۹۹	☆ تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا	
۱۱۳	☆ امام احمد رضا اور ردِ قادیانیت	
	باب نمبر 5- تعارفی کلمات	۷
۱۲۵	☆ فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن	
۱۲۹	☆ نعمات رضا	
۱۳۵	کتابیات	۸

پہلی بات

فاضل لاہوری، محسن اہل سنت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی کی علمی زندگی پر اگر ہم ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر محسوس ہوگی کہ آپ کے علمی سفر کا آغاز رضویت کے حوالے سے ہوا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے ان کی فکری و نظریاتی وابستگی اس بات کا مظہر ہے کہ آپ نے راہ طریقت کیلئے بھی ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا جو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی منظور نظر تھی۔ جیسا کہ ایک انٹرویو میں آپ نے بتایا:

”حضرت مفتی اعظم پاکستان (علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ) کو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، سید صاحب سے بیعت ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی“ ل

آپ نے سب سے پہلے 1968ء میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محبت خاص مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ کا شرح سلم ”حمد اللہ“ پر نایاب حاشیہ مکتبہ رضویہ، لاہور سے شائع کیا، آپ نے ”مکتبہ رضویہ“ کے نام سے ادارہ اسی لیے قائم کیا تھا کہ اس پلیٹ فارم سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتب و رسائل اور ان کے بارے میں تحریرات شائع کی جائیں، چنانچہ مکتبہ رضویہ، لاہور نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی متعدد کتب شائع کیں۔

جن دنوں آپ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں خدمات انجام دے رہے تھے، تب وہاں کے بھرے ہوئے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، اجتماعیت کے اثرات و ثمرات سے آگاہ کیا اور ”جمعیت علمائے سرحد، پاکستان“ قائم کی۔ وہاں سے آپ نے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسائل ترجمہ کر کے شائع کیے۔ جن میں سرفہرست ”الحجة الفائحة“ اور ”اتیان الارواح“ ہیں۔ ان کے علاوہ ”بذل الجوائز“، ”شرح الحقوق“ وغیرہ شامل ہیں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”انہوں نے اپنے طرز تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں مسلک رضویہ سے محبت پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی اور تحقیقی خدمات سے انہیں

متعارف کرایا۔ اور پہلی مرتبہ ہری پور میں مولانا کی قیادت میں یومِ رضا منایا گیا۔

چار سال بعد مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال چلے گئے۔ انہوں نے وہاں بھی جذبہ اور لگن رکھنے والے نوجوانوں اور فعال کارکنوں کو ڈھونڈ نکالا۔ وہاں بھی جماعت اہل سنت کی تنظیم قائم کر دی۔ اور اشاعت دین کا کام شروع کر دیا۔

مولانا نے اگرچہ چکوال میں تھوڑا عرصہ قیام کیا لیکن اس عرصہ میں انہوں نے وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی۔ مولانا نے وہاں بھی بڑی دھوم دھام اور جوش و خروش سے یومِ رضا منایا اور جماعت کی طرف سے (امام احمد رضا کے) کے دورسائے ”راد القحط و الوباء“ اور ”اعز الاکتفاء“ شائع کیے۔ ۲

فکری تسکین و نظریاتی سوچ کے فروغ و اشاعت کی خاطر علامہ شرف صاحب نے دسمبر 1973ء میں مکتبہ قادریہ، لاہور قائم کیا۔ اور مسلک اہل سنت کی ترجمان کتب شائع کیں۔ جن دنوں آپ چکوال میں قیام پذیر تھے (دسمبر 1971ء تا 1973ء) تو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے 1972ء میں آپ کا ایک مقالہ ”سوانح سراج الفقہاء“ شائع کیا۔ اس سے قبل آپ ایک قاری کی حیثیت سے مرکزی مجلس رضا، لاہور سے وابستہ تھے لیکن اب مجلس سے ایک قلم کار کی حیثیت سے وابستگی ہو گئی۔ دسمبر 1986ء تک آپ مرکزی مجلس رضا، لاہور کے علمی سرپرستوں میں سے رہے۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے آپ کی متعدد کتب شائع کیں، جن میں یہ دو کتب بہت مقبول ہوئیں :

☆ اندھیرے سے اُجالے تک

☆ شیشے کے گھر

بعد ازاں آپ نے 1987ء میں رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی قبول فرمائی، جو تادمِ تحریر ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں آپ رضادار الاشاعت، لاہور اور رضا فاؤنڈیشن، لاہور کے بھی معتمد خاص ہیں۔ جن سے علمی و قلمی تعاون جاری و ساری ہے

تعارف صاحب ”تذکرہ اکابر الہست“ مطبوعہ، لاہور ۱۹۷۶ء

۲۔ غلام رسول سعیدی، علامہ :

گزشتہ دنوں احقر آپ کے تذکرہ سلمہ کی تکمیل کے دوران آپ کی خدمت میں یہ تجویز پیش کر چکا تھا کہ ماشاء اللہ آپ کے مقالات بہت ہیں اور ان کے دیگر مجموعے منظر عام پر آنے چاہئیں۔ دو مجموعے :

☆ مقالات سیرت طیبہ

☆ نور نور چہرے

شائع ہو چکے ہیں، یہ بجا کہ بقیہ مجموعے تو اپنے اپنے وقت پر منظر عام پر آتے ہی رہیں گے لیکن امام احمد رضا کے حوالے سے محررہ آپ کے مقالات و مقدمات کو علیحدہ کتابی صورت میں جلد از جلد آنا چاہیے۔ جبکہ آپ کی رضویات میں خدمات کے اعتراف میں 1991ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، گولڈ میڈل پیش کر چکا ہے، تو ان تمام تحریرات کا مجموعہ پیش کیا جانا چاہیے۔ اس سے قبل احقر پیرو مرشد رہبر شریعت و طریقت عالی مرتبت حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مقالات و مقدمات کے مجموعے مرتب کر چکا ہے، مقدمات کے تین مجموعے تو کراچی سے شائع ہو چکے ہیں سلمہ مقالات کا مجموعہ تاحال شائع نہیں ہوا البتہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام کمپوزنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ اسی طرح علامہ محمد عبدالکلیم خاں اختر شاہ جہان پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ پر مقالات و مقدمات کے مجموعے کی اشاعت کے لیے ان کے متوسلین کو توجہ دلائی گئی۔ کم از کم آپ تو وقت کی ضرورت کا خیال فرمائیں۔ آپ نے تبسم فرما کر یہ کام بھی احقر کو سونپ دیا۔ چنانچہ آپ کی شفقت کے پیش نظر یہ مجموعہ مرتب کر کے پیش کر رہا ہوں۔

یہاں چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے تاکہ علامہ شرف قادری صاحب کے قارئین کو کسی مغالطہ سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

☆ بعض تقدیمات و مقدمات کو کچھ رسائل نے مقالات کی صورت میں شائع کیا ہے۔ مثلاً "امام احمد رضا اور رد مرزائیت"۔ یہ دراصل امام احمد رضا کے مجموعے رسائل "رد مرزائیت" کی تقدیم ہے، جسے مقالہ کی صورت میں شائع کیا گیا۔

۳۳ نوٹ: یہ تذکرہ "محسن اہل سنت" کے عنوان سے رضا دارالاشاعت، لاہور نے حال ہی میں شائع کر دیا ہے۔ طاہر

۳۲ آئینہ رضویات جلد دوم، مطبوعہ ۱۹۹۳ء کراچی، آئینہ رضویات جلد سوم مطبوعہ ۱۹۹۷ء کراچی

☆ اسی طرح ماہنامہ حجاز جدید، دہلی کے ”امام اہلسنت نمبر“ میں دو مقالات شائع کیے گئے :

۱- امام احمد رضا اور انگریز

۲- امام احمد رضا اور فتنہ قادیان

یہ علیحدہ سے نئے مقالات نہیں بلکہ کسی کتاب سے مذکورہ عنوان کے تحت مقالہ کی حیثیت سے شائع کر دیا گیا۔

☆ اسی طرح سے مقالہ ”ترجمان قرآن --- امام احمد رضا“ کو ”مطالب قرآن“ کے زیر عنوان کنز الایمان شریف مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کے آخر میں شامل کیا گیا ہے
☆ ”دواہم فتوے“ کی تقدیم کو بعنوان ”امام احمد رضا پر ایک الزام کی حقیقت“ پمفلٹ کی شکل میں لاہور سے شائع کیا گیا۔

☆ امام احمد رضا کے مجموعہ رسائل رد ورفض کے مقدمہ کو بعنوان ”امام احمد رضا اور رد شیعہ“ مقالہ کی حیثیت سے شائع کیا گیا۔

☆ مقالہ ”فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات“ ---- ”فتاویٰ رضویہ“ جدید جلد اول مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی تقدیم کی شکل میں شائع ہوا ہے۔

☆ مقالہ ”نعماتِ رضا“ --- رسالہ ”سلام رضا“ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور کی تقدیم ہے۔

بیشتر تقدیمات ضخیم تھیں اور موضوع کے لحاظ سے ان میں سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی۔ لہذا وہ تقدیمات بھی ایک تحقیقی مقالہ کا حکم رکھتی تھیں۔ اسی لیے بالعموم کئی مقدمات، مقالات کی صورت میں بھی منظر عام پر جلوہ گر ہوئے۔ گو کہ علامہ شرف صاحب کے مقالات کے اس مجموعہ کی قابل ذکر ضخامت نہ ہو سکی۔ البتہ یہ کمی مجموعہ تقدیمات نے پوری کر دی ہے اور وہ اس مجموعہ سے تین گنا ضخیم ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

مزید برآں ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور میں شائع ہونے والے مقالات بھی نئے نہیں بلکہ مختلف، کتب سے مواد لے کر حسب دل خواہ عنوان سے شائع کر دیے گئے ہیں :

اگست 1984ء

اکتوبر 1985ء

☆ امام احمد رضا خاں اور رد مرزائیت

☆ امام احمد رضا حیثیت اسلامی مفکر

☆ شدھی تحریک میں خلفائے اعلیٰ حضرت کا کردار دسمبر 1985ء

☆ علمائے اہلسنت اور تحریک پاکستان اگست 1997ء

علاوہ ازیں یہ مقالات بھی نئے نہیں ہیں:

☆ دو قومی نظریہ اور اعلیٰ حضرت ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد، مارچ 1975ء

☆ جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے، ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد فروری 1976ء

☆ حیاتِ اعلیٰ حضرت، چند تابناک گوشے، ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، فروری 1976ء

☆ امام احمد رضا خاں بریلوی، عشق و محبتِ رسول، ماہنامہ رضوان، لاہور، فروری 1979ء

☆ رجل عظیم ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، جنوری 1980ء

☆ فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات

ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی، جولائی 1983ء

☆ کیا احمد رضا خاں انگریزوں کے ایجنٹ تھے؟

ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی، جولائی 1983ء

☆ فریبِ نظر ”البریلویہ“ کا تنقیدی جائزہ

ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، فروری 1985ء

☆ حبِ پیغمبر کی دنیائے جمیل روزنامہ جدت، پشاور، 8 نومبر، 1985ء

ناسپاسی ہوگی اگر ان احباب کا شکر یہ ادا نہ کروں جن کے تعاون سے یہ کٹھن کام سہل ہو سکا:

☆ برادر م مولانا مشتاق احمد قادری

☆ برادر م مولانا محمد جاوید اقبال قصوری، فاضل دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ برادر م ملک محمد سعید مسعودی مجاہد آبادی، مہتمم ادارہ مظہر اسلام، لاہور

اللہ پاک! انھیں اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کی ان مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرما

کر خاتمہ بالا ایمان فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و الحمد لله رب العالمین۔

خاکپائے صاحبِ دال

محمد عبدالستار طاہر عقی عنہ

ہجویری کلاتھ ہاؤس

۱۲۹ / محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

۱۲۶ / مئی ۱۹۹۸ء

E III/A پیر کالونی، مین روڈ والٹن، لاہور کینٹ نمبر ۵۴۸۱۰

حیات علامہ شرف قادری --- ایک نظر میں

محمد عبدالستار طاہر

- ۱- ولادت باسعادت بمقام مرزا پور ضلع ہوشیار پور
۲۲/ شعبان ۱۳۶۳ھ/ ۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۲- قیام پاکستان پر تین سال کی عمر میں لاہور ہجرت کی
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۳- شفیق ترین ہستی ماں جی ”جنت نبی ملی“ کا وصال
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۴- ایم سی پرائمری سکول انجن شیڈ، لاہور سے پرائمری تعلیم کا آغاز
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۵- چھوٹی بمشیرہ کی وفات
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۶- تکمیل پرائمری تعلیم
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۷- جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث مولانا محمد
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۸- دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں داخلہ لیا۔ وہاں
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۹- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا یہاں
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۱۰- والدہ صاحبہ رابعہ نبی رحمہا اللہ تعالیٰ کی حضرت محدث اعظم
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۱۱- جامعہ مظہریہ امدادیہ، ہندیال میں داخلہ لیا اور استاذ الاساتذہ
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء
- ۱۲- شادی خانہ آبادی
۱۳/ اگست ۱۹۴۴ء

۱۳- سند فضیلت (تحصیل علوم سے فراغت)

۱۴- جامعہ نعیمیہ، لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز

۱۵- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آغاز تدریس

۱۶- ولادت صاحبزادہ ممتاز احمد سدیدی

۱۷- دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف میں ڈیڑھ ماہ

(نصف شعبان اور پورا رمضان المبارک) تدریس

۱۸- مکتبہ رضویہ انجن شیڈ، لاہور کا قیام

۱۹- دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ میں مفتی اور

صدر مدرس کی حیثیت سے چار سال خدمات

۲۰- رسالہ ”احسن الکلام فی مسئلۃ القیام“ کی ہری پور سے اشاعت

۲۱- ہری پور ہزارہ میں جمعیت علمائے سرحد پاکستان کا قیام

۲۲- رسالہ ”غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط“

کی ہری پور سے اشاعت

۲۳- امام احمد رضا کے فارسی رسالہ ”الحجة الفائحة“ کا

ترجمہ اور ”اتیان الارواح“ کی ہری پور سے اشاعت

۲۴- ”یاد اعلیٰ حضرت“ کی ہری پور ہزارہ سے اشاعت

۲۵- امام احمد رضا کا رسالہ ”شرح المحقوق“ ہری پور سے شائع کیا

۲۶- حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی رحمہ اللہ

تعالیٰ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت

۲۷- ہری پور ہزارہ میں ”یوم رضا“ کا آغاز کیا

۲۸- مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال میں صدر مدرس

کی حیثیت سے دو سال کے لئے آغاز کار

۲۹- ”سوانح سراج الفقہاء“ کی مرکزی مجلس رضا، لاہور

سے اشاعت

۳۰- ہری پور ہزارہ میں ”یوم رضا“ کا آغاز کیا

۳۱- مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال میں صدر مدرس

کی حیثیت سے دو سال کے لئے آغاز کار

۳۲- ”سوانح سراج الفقہاء“ کی مرکزی مجلس رضا، لاہور

سے اشاعت

۳۰- سب سے پہلا مقالہ ”علامہ فضل حق خیر آبادی“

فروری ۱۹۷۲ء

ماہنامہ ترجمان اہل سنت، کراچی سے شائع ہوا

۱۹۷۲ء

۳۱- چکوال میں ”جماعت اہل سنت“ کا قیام

۲۷ صفر ۱۳۹۳ھ

۳۲- چکوال میں ”یوم رضا“ کا آغاز

۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء

۳۳- امام احمد رضا کے رسائل ”راد القحط و الوباء اعز الاکتفاء“

۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

اور ”غایۃ التحقیق“ کی اشاعت

۱۵ صفر ۱۳۹۳ھ

۳۴- تقریب یوم رضا و یوم علامہ فضل حق خیر آبادی،

۲۱ مارچ ۱۹۷۳ء

مقام چکوال

شوال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۳۵- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں دوبارہ تدریس کا آغاز

دسمبر ۱۹۷۳ء

۳۶- مکتبہ قادریہ، لاہور کا قیام

۱۹۷۴ء

۳۷- جامع مسجد عمر روڈ، اسلام پورہ سے آغاز خطاب

۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

۳۸- صدر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

۳۹- شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۶ رمضان ۱۳۹۶ھ

۴۰- ”مذکرہ اکابر اہل سنت“ کی لاہور سے اولین اشاعت

ستمبر ۱۹۷۶ء

۴۱- خسر صاحب قاضی علی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

۴۲- ولادت صاحبزادہ مشتاق احمد قادری

اتوار ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء

۴۳- سنی رائٹر گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کیلئے چنناؤ

جمعرات ۲۶ جون ۱۹۸۰ء

۴۴- تیسرے بیٹے حافظ نثار احمد قادری کی ولادت

اتوار ۱۰ دسمبر ۱۹۷۸ء

۴۵- ”الحدیقة الندیة“ پر عربی مقدمہ لکھنے پر علامہ ارشد القادری

۱۳ فروری ۱۹۷۹ء

کا خراج تحسین مکتوب --- محررہ ہنام علامہ محمد منشا تائبش قصوری

۴۶- علامہ فضل حق خیر آبادی کی معروف کتاب ”تحقیق الفتویٰ

فی ابطال الطغویٰ“ کا ترجمہ اور ہندیال سے اشاعت جسے بعد

۱۹۷۹ء

میں شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے عنوان سے شائع کیا گیا۔

۷- علامہ یوسف نبہانی کی کتاب ”الشرف المؤبد لآل محمد“

۱۳۰۰ھ/۱۹۸۱ء

کا اردو ترجمہ ”برکات آل رسول“ کیا اور شائع بھی کیا

۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۳۸- پہلی بار حج و زیارات مقدسہ کی سعادت حاصل ہوئی

۱۵ محرم الحرام ۱۳۰۲ھ/

۳۹- خانوادہ اعلیٰ حضرت، مولانا ریحان رضا خاں سے

۱۹۸۲ء

اجازت و خلافت ملی

۵۰- غیر مقلدین کے رد میں لکھی گئی تحقیقی کتاب

۱۹۸۵ء

”اندھیرے سے اجالے تک“ کی لاہور سے اشاعت

۱۹۸۵ء

۵۱- اعلیٰ حضرت کے رسالہ مبارکہ ”انوار الانبیاہ“ کے ساتھ

مقالہ ”ندائے یار رسول اللہ“ لکھ کر لاہور سے شائع کیا

۱۹۸۶ء

۵۲- غیر مقلدین کی انگریز نوازی کے بارے میں تحقیقی کتاب

”شیشے کے گھر“ کی لاہور سے اشاعت اور عالمگیر پبیریائی

دسمبر ۱۹۸۶ء

۵۳- سقوط مرکزی مجلس رضا، لاہور

۱۹۸۷ء

۵۴- رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی

۱۷ جولائی ۱۹۸۷ء

۵۵- وصال پر ملال والدہ ماجدہ رابعہ بی بی

۱۳ اپریل ۱۹۸۹ء

۵۶- سانحہ ارتحال والد ماجد مولوی اللہ و تالیف الرحمہ

۱۹۹۰ء

۵۷- ”ادلۃ اهل السنة والجماعة“ مصنفہ سید یوسف سید ہاشم

رفاعی کے اردو ترجمہ ”اسلامی عقائد“ کی لاہور سے اشاعت

۵۸- ”اشعة اللمعات“ جلد چہارم کے اردو ترجمہ کی لاہور سے

۱۹۹۰ء

اشاعت

۱۱ جولائی ۱۹۹۰ء

۵۹- خوش دامن بیگم بی بی صاحبہ کا انتقال

۶۰- ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے لاہور میں امام احمد رضا

۱۹۹۱ء

گولڈ میڈل پیش کیا

۲۳/۲۸ تا ۱۳ اپریل ۱۹۹۲ء

۶۱- جلال آباد، افغانستان کا چار روزہ دورہ

۶۲- عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۵ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۲ء

سرہند شریف میں شرکت (چھ روزہ دورہ)

۶۳- سیرت پاک کے حوالے سے محررہ مقالات کے مجموعہ

۱۹۹۳ء

”مقالات سیرت طیبہ“ کی لاہور سے اشاعت

۶۴- علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب ”من نفعات الخلود“ کا اردو ترجمہ ”زندہ جاوید خوشبوئیں“ کیا اور اسے

۱۹۹۳ء

مکتبہ قادریہ سے شائع بھی کیا

۶۵- دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا-

۱۹۹۳ء/۱۴۱۳ھ

اس سال حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی

۶۶- مقالہ ”مدینة العلم“ عربی اور ”شہریار علم“ اردو کی

۱۹۹۶ء

رضا اکیڈمی، لاہور سے یکجا اشاعت

۶۷- علمی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لی جانے والی تحقیقی عربی کتاب

۱۹۹۶ء

”من عقائد اهل السنة“ کی لاہور سے اشاعت

۱۹۹۷ء

۶۸- ”نور نور چہرے“ کی لاہور سے اشاعت

۱۹۹۷ء

۶۹- مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کا صدر منتخب کیا گیا

۷۰- بچھے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کی میٹرک (آرٹس) کے

۱۹۹۷ء

امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن

۷۱- ”اشعة اللمعات“ شرح مشکوٰۃ شریف کے اردو ترجمہ کی

۱۹۹۷ء

جلد پنجم اور ششم کی لاہور سے اشاعت

۷۲- سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ ثار احمد قادری نے

۱۹۹۷ء

المتاز پبلی کیشنز، لاہور، اشاعتی ادارہ قائم کیا

۷۳- انٹرنیشنل امام ابو حنیفہ کانفرنس، اسلام آباد میں

۱۹۹۸ء/ اکتوبر ۸۳۵

عربی مقالہ ”فی ظلال الفتاوی الرضویة“ پڑھا

۱۹۹۸ء/۱۴۱۹ھ

۷۴- قرآن حکیم کے اردو ترجمہ کا آغاز کیا

۷۵- بڑے بیٹے مولانا ممتاز احمد سدید نے جامعہ ازہر شریف میں

۲۵ جولائی ۱۹۹۹ء

ایم فل کا مقالہ لکھا اور مناقشہ (وائیوا) میں کامیابی حاصل کی

- ۷۶۔ منجھلے بیٹے مولانا مشتاق احمد قادری کو ایف اے کے
امتحان میں سرگودھا یورڈ کی طرف سے گولڈ میڈل ملا
۷۷۔ علامہ شرف قادری کی پہلی سوانح حیات ”محسن اہل سنت“
ترتیب محمد عبدالستار طاہر، کی اشاعت
۷۸۔ سید وجاہت رسول قادری (کراچی) کے ہمراہ سترہ روزہ
دورے پر قاہرہ گئے شیخ الازہر اور دیگر علماء سے ملاقاتیں کیں
۷۹۔ مشتاق احمد قادری کو دارالعلوم محمدیہ نوشیہ بھیرہ شریف کی
طرف سے ضیاء الامت ایوارڈ یا گیا
۸۰۔ تذکار شرف کی اشاعت جس میں راقم نے مختلف اربابِ قلم
کے تحریر کردہ حیات شرف کے خاکے جمع کئے
۸۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی غیر مطبوعہ عربی کتاب
”تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف“ کے ترجمہ
”تعارف فقہ و تصوف“ کی الممتاز پبلی کیشنز، لاہور سے اشاعت
۸۲۔ جماعت اہل سنت، پاکستان میں بحیثیت ناظم
شعبہ، تعلیم و تربیت تقرر
۸۳۔ علامہ شیخ محمد صالح فرفور، دمشق کی کتاب ”من رشحات
الخلود“ کا اردو ترجمہ ”سدا بہار خوشبوئیں“ کیا
۸۴۔ دلائل الخیرات شریف کی شرح مطالع المسرات
از علامہ مہدی فاسی کے اردو ترجمہ کی اشاعت
۸۵۔ مختلف سوانحی مقالات کے مجموعہ
”عظمتوں کے پاسبان“ کی لاہور سے اشاعت
۸۶۔ مقبول ترین عربی کتاب ”من عقائد اہل السنة“
کا اردو ترجمہ ”عقائد و نظریات“ کی لاہور سے طباعت

باب نمبر 1

قرآنیات

سن اشاعت	عنوان	نمبر شمار
۱۹۹۱ء	اصول ترجمہ قرآن کریم	-۱
۱۹۸۶ء	قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ	-۲
۱۹۸۸ء	ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی	-۳

اصول ترجمہ قرآن کریم

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى
 خُصُوصاً عَلَى أَفْضَلِ الْخَلْقِ وَسَيِّدِ الرُّسُلِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي أُولَى الْقُرْآنِ
 وَالسَّبْعِ الْمَثَانِي وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝
 اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم،
 تفسیر اور ترجمہ کے معانی اور تعریفات ذکر کر دی جائیں تاکہ اصل مطلب کے سمجھنے اور
 سمجھانے میں آسانی رہے۔

قرآن کریم

عربی لغت میں قرآن، قراءت کا ہم معنی مصدر ہے، جس کا معنی پڑھنا ہے۔ ارشاد
 باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعَ قُرْآنَهُ

(۱۷۰-۱۸/۷۶)

”بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، تو جب ہم اسے پڑھ
 چکیں اس وقت پڑھے ہوئے کی اتباع کرو“ (کنز الایمان)

پھر معنی مصدری سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کے نبی اکرم ﷺ پر نازل کئے ہوئے
 معجز کلام کا نام قرآن رکھا گیا، یہ مصدر کا استعمال ہے مفعول کے معنی میں جیسے خلق بمعنی
 مخلوق عام طور پر آتا ہے۔

تفسیر

عربی زبان میں تفسیر کا معنی ہے ”واضح کرنا اور بیان کرنا“ اسی معنی میں کلمہ تفسیر
 سورہ فرقان کی اس آیت میں آیا ہے:

۱۔ محمد عبدالعظیم زرقانی، علامہ: مناب العرفان (دار احیاء اللب العربیہ، مصر) ج ۱، ص ۷

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

(الفرقان ۲۵/۳۳)

”اور کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم اس سے

بہتر بیان لے آئیں گے“

اصطلاحی طور پر تفسیر وہ علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن پاک سے متعلق بحث کی جاتی ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتا ہے۔

جب یہ کہا گیا کہ تفسیر میں قرآن کریم سے بحث ہوتی ہے

لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرنے کے اعتبار سے تو اس قید سے درج ذیل علوم خارج ہو گئے انہیں تفسیر نہیں کہا جائے گا۔

علم قراءت

اس علم میں قرآن کریم کے احوال ہی سے بحث ہوتی ہے لیکن قرآن پاک کے کلمات کے ضبط اور ان کی ادائیگی کی کیفیت پیش نظر ہوتی ہے۔

علم رسم عثمانی

اس علم میں قرآن کریم کے کلمات کی کتابت سے بحث کی جاتی ہے۔

علم کلام

اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں۔

علم فقہ

اس علم میں بحث کی جاتی ہے کہ حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں قرآن پاک کا پڑھنا حرام ہے یا نہ

علم صرف

اس علم میں کلمات کی ساخت سے بحث ہوتی ہے

علم نحو

اس میں کلمات کے معرب (اعراب لگانا) و مبنی ہونے اور ترکیب کلمات سے بحث ہوتی ہے۔

علم معانی

اس میں کلام فصیح کے موقع محل کے مطابق ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔

علم بیان

اس میں ایک مطلب کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی بحث ہوتی ہے۔

علم بدیع

اس میں وہ امور زیر بحث آتے ہیں جن کا تعلق الفاظ کے حسن و خوبی سے ہوتا ہے
غرض یہ کہ صرف علم تفسیر ہی وہ علم ہے جس میں طاقت انسانی کے مطابق قرآن پاک
کے ان معانی اور مطالب کو بیان کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں۔
طاقت انسانی کی قید کا مطلب یہ ہے کہ تشابہات کے مطالب اور اللہ تعالیٰ کی واقعی
مراد کا معلوم نہ ہونا علم تفسیر کے خلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی مراد اسی حد تک بیان کی
جائے گی جہاں تک انسانی طاقت اور علم ساتھ دے گا۔

وہ علوم جن کی مفسر کو حاجت ہے

علماء اسلام نے مفسر کے لئے درج ذیل علوم میں مہارت لازمی قرار دی ہے :

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو (۴) بلاغت

- (۵) اصول فقہ (۶) علم التوحید (۷) قصص (۸) ناسخ و منسوخ
 (۹) علم وہبی (۱۰) اسباب نزول کی معرفت
 (۱۱) قرآن کریم کے مجمل اور مبہم کو بیان کرنے والی احادیث
 وہی علم، عالم با عمل کو عطا کیا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں بدعت، تکبر، دنیا
 کی محبت یا گناہوں کی طرف میلان ہو اسے علم وہبی سے نہیں نوازا جاتا۔
 ارشاد ربانی ہے :

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

(نوح ۷/۱۲۶)

”اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق بڑائی چاہتے ہیں۔“

(کنز الایمان)

امام شافعی فرماتے ہیں :

شَكَوْتُ إِلَىٰ وَكَيْعِ سَوْءِ حِفْظِي
 فَأَرشَدَنِي إِلَىٰ تَرْكِ الْمَعَاصِي
 وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ
 وَنُورُ اللَّهِ لَا يُهْدَىٰ لِعَاصِي

○ میں نے امام وکیع کے پاس حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

○ اور مجھے بتایا کہ علم نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور گناہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

یہ علوم اور ان کے علاوہ دیگر شرائط تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لیے ضروری ہیں۔
 عمومی طور پر اتنا علم کافی ہے جس سے قرآن پاک کے مطالب اجمالی طور پر سمجھے جاسکیں اور
 انسان اپنے موالائے کریم کی عظمت اور اس کے پیغام سے آگاہ ہو سکے۔

تفسیر کے اعلیٰ مراتب کے لئے چند امور نہایت ضروری ہیں :

1 □ قرآن کریم میں واقع کلمات مفردہ کی تحقیق، لغت عربی کے استعمالات کے مطابق کی جائے، کسی بھی محقق کو چاہیے کہ کلمات قرآن کی تفسیر ان معانی سے کرے جن میں وہ کلمات نزول قرآن کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے

کہ یہ غلط قرآن پاک کے مختلف مقامات میں کن معانی میں استعمال ہوا ہے، پھر سیاق و سباق اور موقع محل کے مطابق اس کا معنی بیان کیا جائے، قرآن پاک کی بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآن پاک سے کی جائے۔

2 بلغاء کے کلام کا وسیع اور گہرا مطالعہ کر کے ان کے کلام کے بلند پایہ اسالیب، نکات اور محاسن کی معرفت حاصل کی جائے اور متکلم کی مراد تک رسائی حاصل کی جائے، اس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کی مراد مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتے، تاہم کلام الہی کے مطالب تک اس قدر رسائی حاصل کی جاسکتی ہے جس سے ہم ہدایت حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں علم نحو، معانی اور بیان کی حاجت ہے، لیکن صرف ان علوم کے پڑھ لینے سے کام نہیں چلے گا بلکہ ان علوم کی روشنی میں بلغاء کے کلام، قرآن کریم اور حدیث شریف کا وسیع مطالعہ بہت ضروری ہے۔

3 اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں مخلوق کے بہت سے احوال اور انکی طبیعتوں کا بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ان کے بارے میں کیا رہا؟، سابقہ امتوں کے بہترین واقعات اور ان کی سیرتیں بیان کیں، اس لئے قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سابقہ قوموں کے ادوار اور اطوار سے واقف ہو اور اسے معلوم ہو کہ طاقتور کون تھا اور کمزور کون؟ اس طرح عزت کس کو ملی اور ذلت کسے نصیب ہوئی؟ علم اور ایمان کس کے حصے میں آیا اور کفر و جہل کس کو ملا؟ نیز عالم کبیر یعنی عناصر (آگ، ہوا، پانی اور مٹی) اور افلاک کے احوال سے باخبر ہو، اس مقصد کے لئے بہت سے فنون درکار ہیں، ان میں سے اہم علم تاریخ اپنے تمام شعبوں سمیت ہے۔

قرآن پاک میں اہم سابقہ، سنن الہیہ اور اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جو آسمانوں اور زمین، آفاق اور نفوس میں پائی جاتی ہیں، یہ اس ہستی کا بیان کردہ اجمال ہے جس کا علم ہر شے کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اس نے ہمیں غور و فکر اور زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم اس کے اجمال کی تفصیل کو سمجھ کر ترقی کے زینے طے کر سکیں، اب اگر ہم کائنات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ہی کافی جان لیں تو یہ ایسے ہی ہو گا جیسے کہ ایک شخص کسی کتاب کی جلد کی رنگینی اور دلکشی کو دیکھ کر خوش ہو جائے اور اس علم و حکمت سے غرض نہ رکھے جو اس کتاب میں ہے۔

4 فرض کفایہ ادا کرنے والے مفسر پر لازم ہے کہ وہ یہ حقیقت معلوم کرے کہ قرآن پاک نے تمام انسانوں کو کس طرح ہدایت دی ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تمام انسان خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، کس حال میں تھے؟ کیونکہ قرآن پاک کا اعلان ہے کہ سب لوگ گمراہی اور بدبختی میں مبتلا تھے اور نبی اکرم ﷺ ان سب کی ہدایت و سعادت کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اگر مفسر اس دور کے انسانوں کے حالات (عقائد و معمولات) سے کما حقہ، آگاہ نہیں ہوگا تو قرآن حمید نے ان کی جن عادتوں کو قبیح قرار دیا ہے انہیں مکمل طور پر کیسے جان سکے گا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص احوال جاہلیت سے جس قدر زیادہ جاہل ہے اس کے بارے میں اتنا ہی زیادہ خوف ہے کہ وہ اسلام کی رسی کو تار تار کر دے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام کی آغوش میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اسے پہلے لوگوں کے حالات معلوم نہیں ہیں تو اسے پتا نہیں چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت و عنایت نے کس طرح انقلاب برپا کیا اور کس طرح انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کے جگمگ راستے پر کھڑا کر دیا؟

5 نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے، نیز صحابہ کرام کی سیرتوں سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے اور پتہ ہونا چاہیے کہ صحابہ کرام علم و عمل کے کس مرتبے پر فائز تھے اور دنیاوی و اخروی معاملات کس طرح انجام دیتے تھے؟

ترجمہ ----- عربی لغت کی روشنی میں

عربی زبان میں لفظ ”ترجمہ“ چار معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے :

1 کلام کا اس شخص تک پہنچانا جس تک کلام نہیں پہنچا۔

ایک شاعر نے لفظ ”ترجمہ“ اسی معنی میں استعمال کیا ہے :

إِنَّ الشَّمَانِينَ وَبَلَّغْتَهَا

قَدْ أَحْوَجَت سَمْعِي إِلَى تَرْجُمَانٍ

”بے شک میں اسی سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوں اس عمر نے مجھے ترجمان کا محتاج بنا دیا ہے“

(یعنی مجھے مخاطب کی بات سنائی نہیں دیتی، اس لئے میں ایسے شخص کا محتاج ہوں جو خاص طور پر مجھے وہ بات سمجھائے)

2 کلام جس زبان میں ہے اسی زبان میں اس کی تفسیر کرنا۔

اسی معنی کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ”ترجمان القرآن“ کہا جاتا ہے۔

3 کسی دوسری زبان میں کلام کی تفسیر کرنا۔

لسان العرب اور قاموس میں ہے کہ ترجمان: کلام کے مفسر کو کہتے ہیں، شارح

قاموس نے جوہری کے حوالے سے بیان کیا کہ تَرْجَمَهُ و تَرْجَمَ عَنْهُ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے کلام کا مطلب دوسری زبان میں بیان کرے۔

البتہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بغوی سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ترجمہ، عربی زبان میں مطلقاً بیان کرنے کو کہتے ہیں خواہ اسی زبان میں ہو جس میں اصل کلام ہے یا دوسری زبان میں۔

4 کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرنا۔

لسان العرب میں ترجمان پہلے حرف پر پیش یا زبر، وہ شخص ہے جو کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان کی طرف نقل کرے

قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمان کا تلفظ تین طرح کیا جاسکتا ہے۔

تاء اور جیم دونوں پر پیش (ترجمان)

دو دونوں پر زبر (ترجمان)

تاء پر زبر اور جیم پر پیش (ترجمان)

چونکہ ان چاروں معنوں میں بیان پایا جاتا ہے، اس لئے وسعت دیتے ہوئے ان چار معنوں کے علاوہ ہر اس چیز پر ترجمہ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جس میں بیان ہو، مثلاً کہا جاتا ہے

تَرْجَمَ لِهَذَا الْبَابِ بكذا، مصنف نے اس باب کا یہ عنوان مقرر کیا

تَرْجَمَ لِفُلَانٍ، فلاں شخص کا تذکرہ لکھا

تَرْجَمَ هَذَا الْبَابِ كذا، اس باب کا مقصد اور خلاصہ یہ ہے کہ

یاد رہے کہ تَرْجَمَ رباعی مجرد کے باب فَعْلَلَةٌ سے ہے، اس لئے ترجمہ کرنے

وائے کو مترجم اور قرآن پاک کو مترجم کہا جائے گا مترجم اور مترجم میں جیم کو مشدود پڑھنا غلط ہے۔

ترجمہ کا عرفی معنی

لغوی اعتبار سے لفظ ترجمہ چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جن کا ذکر ابھی ابھی کیا گیا ہے۔ عرف عام میں لفظ ترجمہ سے چوتھا معنی مراد لیا جاتا ہے یعنی ایک کلام کا معنی کسی دوسری زبان میں بیان کرنا۔

علامہ محمد عبدالعظیم زر قانی کہتے ہیں کہ ترجمہ کا عرفی معنی یہ ہے کہ کلام ایک زبان میں ہو، اور اس کا مطلب دوسری زبان میں اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کلام کے تمام معانی اور مقاصد بھی ادا کر دیے جائیں۔ لفظ اور ظاہر ہے کہ کسی بھی کلام کا اور خاص طور پر قرآن مجید کا ایسا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا جس میں اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد ادا کر دیے جائیں۔ اسی لئے علامہ محمد عبدالعظیم زر قانی قرآن پاک کے ترجمہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تفسیر میں اصل کلام کے تمام معانی کا ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض مقاصد کا ادا کرنا کافی ہے، اس لئے قرآن پاک کی تفسیر تو کی جاسکتی ہے ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا بھر کے مختلف زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہے اور کوئی بھی ترجمہ کرنے والا یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے قرآن مجید کے تمام معانی اور مقاصد کو اپنی زبان میں منتقل کر دیا ہے، اور یہ ہو بھی نہیں سکتا، تو اس بحث کی حاجت ہی نہیں رہتی کہ ایسا ترجمہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سے پہلے لسان العرب اور شرح قاموس کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ترجمہ کا مطلب ایک کلام کے معنی کو دوسری زبان میں بیان کرنا ہے، یہ قید علامہ زر قانی نے اپنی طرف سے لگائی ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بھی ادا کئے جائیں، ظاہر ہے کہ اس قید کے اضافے میں ان سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا، جو شخص بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرے گا وہ بعض معانی اور مقاصد ہی کو بیان کرے گا، اگر ایسے ترجمہ کو تفسیری ترجمہ کہا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عرفی معنی کے لحاظ سے ترجمہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) لفظی (۲) تفسیری

لفظی ترجمہ میں اصل کلام کے کلمات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ایک ایک کلمہ کی جگہ اس کا ہم معنی لفظ رکھ دیا جاتا ہے، جیسے کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور ”تفسیر نعیمی“ میں مفتی احمد یار خاں نعیمی اور ”تفسیر الحسنات“ میں علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری نے کیا ہے، اس ترجمہ کو حرفی ترجمہ بھی کہا جاتا ہے۔

تفسیری ترجمہ میں تحت اللفظ ایک ایک کلمہ کا ترجمہ نہیں کیا جاتا بلکہ مطالب و معانی کو بہتر اور مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسے معنوی ترجمہ اور تفسیری ترجمہ کہا جاتا ہے، یہ ترجمہ تفسیر تو نہیں ہے جیسے کہ آئندہ سطور میں بیان کیا جائے گا، لیکن مقاصد کو بہتر انداز میں پیش کرنے کے اعتبار سے تفسیر کے مشابہ ضرور ہے۔

ترجمہ اور تفسیر میں فرق

ترجمہ لفظی ہو یا تفسیری، وہ تفسیر سے الگ چیز ہے، ترجمہ اور تفسیر میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

۱] ترجمہ کے کلمات مستقل حیثیت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ ان کلمات کو اصل کی جگہ رکھا جاسکتا ہے، جب کہ تفسیر ہمیشہ اپنے اصل سے متعلق ہوتی ہے، مثلاً ایک مفرد یا مرکب لایا جاتا ہے پھر اس کی شرح کی جاتی ہے اور شرح کا تعلق اصل کے ساتھ ایسے ہوتا ہے جیسے خبر کا مبتدا کے ساتھ، پھر دوسری جز کی اسی طرح شرح کی جاتی ہے، ابتدا سے انتہا تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، تفسیر اپنے اصل سے اس طرح متعلق ہوتی ہے کہ اگر تفسیر کو اصل سے جدا کر دیا جائے تو وہ بے معنی ہو کر رہ جائے گی، اسے اصل کی جگہ نہیں رکھا جاسکتا۔

۲] ترجمہ میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ترجمہ تو ہو بہو اصل کی نقل ہے، اس لئے دیانت داری کا تقاضا ہے کہ نقل کسی کمی پیشی کے بغیر اصل کے مطابق ہو، برخلاف تفسیر کے کہ اس میں اصل کی وضاحت ہوتی ہے، مثلاً بعض اوقات مفسر کو الفاظ لغویہ کی شرح کی

ضرورت پیش آئے گی، خصوصاً اس وقت جب کہ ان کے وضعی معانی مراد نہ ہوں، اسی طرح کہیں دلائل پیش کئے جائیں گے اور کہیں حکمت بیان کی جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر تفسیروں میں لغوی، اعتقادی، فقہی اور اصولی مباحث بیان کی جاتی ہیں، کائناتی اور اجتماعی مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں، اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ ترجمہ میں ان مباحث و مسائل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

۳ [] عرفی ترجمہ میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اصل کلام کے تمام معانی اور مقاصد بیان کر دئے گئے ہیں (یہ علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی کی ذاتی رائے ہے)، لیکن تفسیر میں صرف وضاحت مقصود ہوتی ہے،

-- خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً،

-- تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہو یا بعض پر،

اس کا دار و مدار ان حالات پر ہے جن میں مفسر گزر رہا ہے اور ان لوگوں کی ذہنی سطح پر ہے جن کے لئے تفسیر لکھی گئی ہے۔

۴ [] عرف عام کے مطابق ترجمہ میں اس اطمینان کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مترجم کے نقل کردہ تمام معانی اور مقاصد، اصل کلام کے مدلول ہیں اور قائل کی مراد ہیں۔ تفسیر میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا، بعض اوقات مفسر دلائل کے پیش نظر اطمینان اور وثوق کا دعویٰ کرتا ہے، اور جب اسے قوی دلائل میسر نہیں ہوتے تو وہ اطمینان کا دعویٰ نہیں کرتا، کبھی وہ بعض احتمالات کا ذکر کرتا ہے، کبھی چند احتمالات ذکر کر دیتا ہے جن میں سے بعض کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، بعض اوقات وہ تصریح یا ترجیح سے گریز کرتا ہے اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ کسی کلمے یا جملے کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس کا قائل ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ جیسے کہ بہت سے مفسرین حروف مقطعات اور قرآنی تشابہات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں۔

اس جگہ اس موقف کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والے علما کا یہ موقف ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم قرآن پاک کے تمام معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں منتقل کر رہے ہیں، کیونکہ ایسا ترجمہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور

انسانی طاقت سے باہر ہے۔

وہ چند امور جن کے بغیر ترجمہ نہیں کیا جاسکتا

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مفسر کے لئے کن علوم میں دسترس ضروری ہے؟ قرآن حمید کے ترجمہ کے لئے بھی ان علوم میں مہارت لازمی ہے، ان کے علاوہ مترجم کے لئے جو امور ضروری ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱] مترجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے اس زبان اور عربی لغت کے معانی و وضعیہ سے آگاہ ہو، اسے معلوم ہو کہ کونسا لفظ کس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے؟

۲] اسے دونوں زبانوں کے اسالیب اور خصوصیات کا بھی پتا ہو۔

۳] کسی آیت کے متعدد مطالب ہوں تو ان میں سے راجح مطلب کو اختیار کرے۔

۴] اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو پیش نظر رکھے اور ترجمہ میں کوئی ایسا لفظ نہ لائے جو

بارگاہِ الہی کے شایان شان نہ ہو، مثلاً اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے:

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ

(النساء/۱۲۲)

”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا“

اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

”بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی

انہیں غافل کر کے مارے گا“ (کنز الایمان)

منافقین اللہ تعالیٰ کو دغا نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو عالم الغیب والشہادہ ہے، وہ

ہر ظاہر اور مخفی امر کو جانتا ہے، اسے کون دھوکہ دے سکتا ہے؟ ہاں منافقین دھوکہ دینے کی

اپنی سی کوشش کرتے ہیں، اگرچہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی، وَهُوَ خَادِعُهُمْ کا کتنا

عمدہ اور صحیح ترجمہ ہے؟ کہ:

”وہی انہیں غافل کر کے مارے گا“

یہ معنی نہیں کہ ”وہی ان کو دغا دے گا“۔

۵ مقام انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور تقدس کو ملحوظ رکھا جائے، ارشادِ باری ہے:

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَأْيَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا (یوسف ۱۱۰/۱۲)
اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا:

”یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا“

اس ترجمہ میں دو باتیں قابل غور ہیں:

۱ رسولان گرامی کی طرف مایوسی کی نسبت کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ رُوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف ۸۷/۱۲)
”بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔“

۲ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی نسبت کہا گیا:

اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا“

معاذ اللہ! انبیاء کرام معصوم ہیں ان کے گوشہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی حالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا (الآیۃ)

”کیا رسولوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا تھا؟“

انہوں نے فرمایا:

مَعَاذَ اللَّهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بِرَبِّهَا ، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنْ
اتَّبَعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ

”اللہ کی پناہ! رسولان گرامی اپنے رب کے بارے میں یہ گمان نہیں کر سکتے

تھے، رسولوں نے گمان کیا کہ ان کے پیروکاروں نے انہیں جھٹلادیا ہے۔“

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قراءت قَدْ كُذِّبُوا ہے ذال مشدد

مکسور کے ساتھ۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں ان کی قوم کی طرف سے جھٹلادیا گیا ہے، دوسری قراءت میں قَدْ كُذِّبُوا ہے اب اگر ظَنُّوا کی ضمیر

رسولوں کی طرف راجع کریں تو معنی یہ ہو گا کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ رسولوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو کچھ کہا گیا تھا وہ جھوٹ تھا، اسی مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

”معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے رب کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے“

ام المؤمنین کا انکار اسی صورت سے متعلق ہے جب کہ ظنوا کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع کی جائے، ورنہ امام حفص کی قرأت میں قد کذبوا ذال کی تخفیف کے ساتھ ہے، اس قرأت کے مطابق ظنوا کی ضمیر رسولوں کی طرف نہیں بلکہ ان کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے، اب ترجمہ یہ ہو گا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں (رسولوں کی طرف سے) جھوٹ کہا گیا تھا۔ اور اس ترجمہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اہل علم اسے پڑھ کر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے، ملاحظہ ہو۔

”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ

رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا“ (کنز الایمان)

یعنی رسولوں کی مایوسی ظاہری اسباب سے تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، اور لوگوں نے گمان کیا کہ انہیں عذاب وغیرہ کے بارے میں جھوٹ کہا گیا تھا، انبیاء کرام کا دامن عصمت اس خیال سے ہرگز داغ دار نہ تھا۔

۶ اسلام کے قطعی اور یقینی عقائد کو ملحوظ رکھا جائے اور انہیں ذرا سی ٹھیس بھی نہ لگنے دی جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیاء ۲۱/۸۷)

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا:

”پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو“

اس آیت میں سیدنا یونس علیہ السلام کا ذکر ہے، ترجمہ میں ان کی طرف اس امر کی نسبت کی گئی ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نہ پکڑ سکے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جس کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف کرنا کسی طرح بھی جائز

نہیں ہے، مغالطہ اس لئے پیدا ہوا کہ قَدَرَ يَقْدِرُ کا استعمال دو معنوں میں ہوتا ہے۔

-- قادر ہونا

-- تنگی کرنا

مترجم نے سمجھا کہ اس جگہ پہلا معنی مراد ہے جو قطعاً غلط ہے اس موقع اور عصمتِ انبیاء کے مطابق صرف دوسرا معنی ہے۔

علامہ محمد بن مکرّم افریقی فرماتے ہیں :

جس شخص نے اس آیت میں قدر کو قدرت سے ماخوذ مان کر کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یوں گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہ پکڑ سکے گا، تو یہ ناجائز ہے اور اس معنی کا گمان کرنا کفر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ظن کرنا شک ہے اور اس کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے گمان سے محفوظ اور معصوم رکھا ہے، ایسی تاویل وہی کرے گا جو عرب کے کلام اور ان کی لغات سے جاہل ہو گا۔

اس تفصیل کے بعد امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ دیکھئے ایمان تازہ ہو جائے گا :

”تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔“

ایک دوسری آیت کریمہ دیکھئے !

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا

(ابراہیم ۱۳/۱۴)

اس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے :

”ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے

یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔“

”لوٹ آؤ“ کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرات رسولانِ گرامی علیہم السلام معاذ اللہ! پہلے کافروں کے مذہب میں شامل تھے، حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کبھی بھی کافروں کے مذہب میں شامل نہیں ہوتے۔ اس جگہ مغالطے کی وجہ یہ ہے کہ عَادَ يَعُوذُ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے :

☆ فعل تام، اس وقت اس کا معنی لوٹنا ہوگا۔

☆ فعل ناقص، اس وقت یہ صار کے معنی میں ہوگا اور ہو جانے کے معنی پر دلالت کرے گا ترجمہ کرنے والے کے سامنے نحو کے مسائل و قواعد مستحضر ہوں تو وہ غور کرے گا کہ اس جگہ پہلا معنی مناسب ہے یا دوسرا؟ ظاہر ہے کہ مذکورہ ترجمہ میں پہلا معنی مراد لینے کی بنا پر غلطی ہوئی ہے، جب کہ اس جگہ دوسرا معنی مراد اور موزوں ہے، اسی لئے امام احمد رضا ربیلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

”اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال

دیں گے یا تم ہمارے دین پر آ جاؤ“ (کنز الایمان)

4 قرآن پاک عربی زبان کا وہ شاہکار ہے جو مرتبہ اعجاز پر فائز ہے، کسی بھی مترجم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کا ترجمہ معجزانہ کلام سے کرے، تاہم علم معانی اور بیان کے مسائل و مباحث سے باخبر ایسا ترجمہ تو کر ہی سکتا ہے، جس سے اعجاز قرآنی کی جھلک دکھائی دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ ۲/۲)

عام طور پر اس آیت کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا جاتا ہے کہ:

”یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں ہے“

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں:

☆ ذٰلِكَ کی وضع بعید کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے، اس لئے ترجمہ کرتے ہوئے ”وہ کتاب“ کہنا چاہیے تھانہ کہ ”یہ کتاب“

☆ ”اس میں کوئی شک نہیں“ واقع کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بہت سے لوگوں نے شک کیا اور آج بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

امام احمد رضا ربیلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھئے جو اعجاز قرآن کو واضح طور پر آشکارا

کرتا ہے:

”وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں“ (کنز الایمان)

اس ترجمے پر پہلا سوال تو ظاہر ہے کہ وارد ہی نہیں ہوتا، دوسرے سوال کا جواب

بھی دے دیا کہ اگرچہ قرآن پاک کے بارے میں بہت سے لوگوں نے شک کیا ہے لیکن وہ کوئی شک کی جگہ نہیں ہے، کوئی بھی منصف عاقل، عربی زبان کے اسلوب اور نزاکتوں سے واقف اس کا مطالعہ کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ ربانی کلام ہے کسی انسان کے فکر کا نتیجہ نہیں ہے۔

۸] جس زبان میں ترجمہ کیا جائے اس کے اسلوب اور مزاج کو پیش نظر رکھا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَمَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا
(التحریم ۱۲/۶۶)

اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے

”اور مریم بیٹی عمران کی جس نے رو کے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو“
یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ اس ترجمہ میں اردو زبان کی شائستگی اور مزاج کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اس کی بجائے یہ ترجمہ کتنا دلکش ہے۔

”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی“
۹] قرآن پاک میں بیان کردہ کسی بھی واقعے کی واقعی تفصیلات سے آگاہی ضروری ہے ورنہ ترجمہ کرتے وقت کہیں بھی غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ

رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَفَطْفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (ص ۳۸/۳۳)

عام طور پر مترجمین نے تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کا ترجمہ یہ کیا ہے :

”سورج چھپ گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر قضا ہو گئی،

انہوں نے گھوڑوں کو طلب کیا اور ان کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ دیں۔“

اس ترجمے پر دو سوال وارد ہوتے ہیں :

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے کہ نماز قضا ہو گئی، اس میں گھوڑوں کا کیا قصور تھا؟ کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا۔

☆ گھوڑوں کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ کر مال کے ضائع کرنے کا کیا جواز تھا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمام گھوڑے خیرات کر دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے :

عَنْ ذِكْرِ رَبِّي مِنْ ذِكْرِ طَفِقَ مَسْحًا يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَ عَرَاقِيهَا ۙ

یعنی عن بمعنی من ہے، اور طَفِقَ مَسْحًا کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی ایال (گردن کے بالوں) اور ان کے ٹخنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو ہلاک

نہیں کیا تھا، جب یہ حقیقت ہی نظروں سے اوجھل ہو تو ترجمہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ آئیے صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

”تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے

لئے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔

پھر حکم دیا انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ

پھیرنے لگا“ (کنز الایمان)

غرض یہ کہ قرآن پاک ایسی عظیم الشان اور لافانی کتاب کا ترجمہ کرنا ہر کس و نا کس اور ہر عالم

کا کام نہیں ہے، مترجم کے لئے جو امور ضروری ہیں ان کا مختصر تذکرہ آپ کے سامنے پیش کیا

گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کے پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سید المرسلین ﷺ والحمد لله رب

العالمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمانِ قرآنِ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲۷۲ھ _____ ۱۸۵۶ء

۱۳۳۰ھ _____ ۱۹۲۱ء

سرزمین پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، پھر انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے ذریعے حکمران بن بیٹھے۔ وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے میں صرف کر دیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لیے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحادِ ملت کو ختم کرنے کے لیے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسی دور میں اس قسم کے مباحث پھیلے کہ :

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟

☆ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟

جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ امتِ مسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

یہ وہ ماحول تھا جب سرزمین بریلی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے اور تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروّجہ علوم دینیہ حاصل کر کے دینِ اسلام کی خدمت و حفاظت کی مسند پر فائز ہو گئے۔ انہوں نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے والوں پر بھرپور تنقید کی۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ائمہ دین مجتہدین اور اولیاء کا ملیں کی شان میں

گستاخی کرنے والوں کا شدید محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کا شدید رد کیا۔ اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر دیئے۔ سلف صالحین کے طریقے اور مذہب حنفی کی دلائل قاہرہ سے حمایت اور حفاظت کی۔ غرض یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو پچاس سے زائد علوم و فنون میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، ریاضی کا ایک لائیکل مسئلہ لے کر حاضر ہوئے جسے آپ نے اسی وقت حل کر دیا تو وہ نے ساختہ پکار اٹھے کہ :

”یہ ہستی صحیح معنوں میں نوبل پرائز کی مستحق ہے“

فقہ میں تو انھیں وہ تبحر حاصل تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ حکیم عبدالحی ندوی، ”نزہۃ الخواطر“ میں لکھتے ہیں کہ :

”فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر انھیں وہ عبور حاصل تھا جو شاید ہی کسی دوسرے کو حاصل ہو۔“

اس حقیقت پر ”فتاویٰ رضویہ“ شاہد ہے۔ علامہ اقبال نے واشگاف لفظوں میں ان کی فقہت کو خراج تحسین پیش کیا۔ ممبئی ہائی کورٹ کے پارسی جج پروفیسر ڈی ایف مانے ”فتاویٰ رضویہ“ کو فقہ کا عظیم شاہکار قرار دیا۔ علماء عرب و عجم نے ان کی جلالت علمی کے قصیدے پڑھے اور انھیں چودہویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلم ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ شعر و ادب میں قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل تھے۔ جامعہ ازہر، مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی مویشگافیاں کرنے والا محقق، نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ انہوں نے اصناف سخن میں سے حمد باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا اور قصیدہ معراجیہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والے سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کیے۔ فلسفہ جدیدہ (سائنس) اور فلسفہ قدیمہ کے غیر اسلامی نظریات پر ”الكلمة الملہمة“ اور ”فوز مبین“ میں سخت تنقید کی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ سائنس کو اسلامی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کو اسلام کے تابع کیا جائے نہ کہ اسلام کو سائنس کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جملہ تصانیف کی بنیاد، اسلام اور داعیِ اسلام سید الانام ﷺ سے گہری وابستگی پر ہے۔ اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت و عقیدت، تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انہوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ 1919ء اور 1920ء میں تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی۔ ☆ پہلی تحریک کا مقصد سلطنتِ عثمانیہ، ترکی کی حفاظت اور امداد تھا۔

☆ جب کہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لیے بائیکاٹ کے ذریعے حکومتِ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا۔

مسٹر گاندھی کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا۔ حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھو کر ہندومت میں مدغم ہو جاتے۔ اس ماحول میں امام احمد رضا نے المحجة المومنة اور انفس الفکر ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندونہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم۔ ان کی دُور بین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریز کے چنگل سے رہا ہو کر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ دونوں سے گلو خلاصی ہو جائے۔ یہی وہ دو قومی نظریہ ہے جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور 1946ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کروایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو

پاکستان قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک طرف پاک و ہند کے درجنوں ادارے امام احمد رضا کی تصانیف اور ان کی دینی و ملی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہیں دوسری طرف پٹنہ، جیلپور، علی گڑھ، کراچی، سندھ اور پنجاب کی یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں کراچی یونیورسٹی میں ”امام احمد رضا چنیر“ قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح افریقہ، یورپ، لندن، امریکہ اور شکاگو وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں بھی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ غرض یہ کہ امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب علمی دنیا ان کے صحیح مقام سے روشناس ہو جائے گی۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۳۳۰ھ - ۱۹۱۱ء

امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کا بہت ہی وسیع اور عمیق مطالعہ کیا تھا۔ سورہ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے لگے تو چھ سو صفحات سے تجاوز کر گئی۔ قرآن پاک کا ترجمہ لکھا جسے بلا مبالغہ ان کا عظیم علمی شاہکار قرار دیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے بجا فرمایا ہے:

”یہ نہ کسی ترجمے کا ترجمہ ہے اور نہ ترجموں کی ترجمانی۔۔۔۔۔۔ یہ تو براہ راست قرآن سے قرآن کا ترجمہ ہے“

بعض لوگوں نے لغات سامنے رکھ کر قرآن پاک کا ترجمہ لکھ دیا اور یہ نہ دیکھا کہ تقدیس الوہیت، شان نبوت و رسالت اور عقائد اہل سنت کا پاس بھی رہتا ہے یا نہیں۔ مترجم کے لیے صرف لغت عربی سے واقف ہونا کافی نہیں ہے۔ اس کے لیے قرآن و حدیث، ارشادات صحابہ اور اقوال سلف کا وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے۔ اسے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے

علوم عربیہ صرف، نحو، معانی، بیان اور بدیع وغیرہ علوم پر عبور حاصل ہو اور عقائد اہل سنت سے پوری طرح باخبر ہو۔ امام احمد رضا ان تمام امور کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہایت اہم اور نازک ترین مقامات پر جو احتیاط ملحوظ رکھی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ذیل میں بطور مثال چند آیات کریمہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عام طور پر بسم اللہ شریف کا ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے :

”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں“ کسی بھی اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنے کے لیے بسم اللہ شریف پڑھی جاتی ہے۔ اس ترجمے میں یہ بات ملحوظ نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے پہلے یہ الفاظ آگئے ہیں ”شروع کرتا ہوں“ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام اقدس سے تو ابتدا نہ ہوئی پھر یہ الفاظ ”نہایت رحم والے ہیں“ بھی خلاف احتیاط ہیں۔ عقیدہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جن میں کثرت اور تعدد کا شائبہ بھی نہ ہو۔ نیز اسم جلال (اللہ) موصوف ہے اور الرحمن الرحیم اس کی دو صفتیں ہیں، مرکب توصیفی حکم پر مشتمل نہیں ہوتا۔ اس کے ترجمے میں ”ہے“ یا ”ہیں“ کہنا بے محل ہے۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ ہو :

”اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان، رحمت والا“

اس ترجمے کے مطابق جو کام شروع کیا جائے گا وہ براہ راست اللہ کے مقدس نام سے شروع ہوگا۔ اور اس امر کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ مرکب توصیفی کا ترجمہ ہے، مرکب خبری کا ترجمہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الرحمن بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جب کہ اس کے ترجمہ میں صرف ”رحمت والا“ کہا گیا ہے اور مبالغہ کا معنی ملحوظ نہیں رکھا گیا یہ اعتراض دراصل غور و فکر کی کمی کا نتیجہ ہے۔ ”بہت“ کا لفظ ”مہربان“ اور ”رحمت والا“ دونوں سے متعلق ہے۔ گویا ترجمہ میں ایجاز اور اختصار کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِیْهِ (۲/۲)

اس آیت میں ایک اشکال تو یہ ہے کہ ذٰلِكَ ایسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے

استعمال کیا جاتا ہے جو دور ہو۔ قرآن پاک تو ہمارے پاس ہے اس کے لیے بعید کا اشارہ کیوں لایا گیا؟ علماء بلاغت نے اس کا جواب دیا کہ بعض چیزیں مکانی اعتبار سے دور ہوتی ہیں اور بعض بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے رتبے کے لحاظ سے دور ہوتی ہیں۔ اس جگہ اشارہ بعید ”ذَلِكْ“ بُعدِ رتبی کی بنا پر لایا گیا ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ کا معنی بظاہر یہ ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں جب کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا

”اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے عبد خاص

پر نازل کی“

اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن کریم میں شک کیا گیا۔ یوں بھی ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن پاک کے بارے میں شک کیا۔ لہذا مطلقاً شک کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ علماء بلاغت اور مفسرین نے اس اشکال کے تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتنا عمدہ ترجمہ کیا ہے کہ یہ سوالات باقی ہی نہیں رہتے۔

”وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں“

غور کیجئے کہ ”وہ بلند مرتبہ کتاب“ کہہ کر پہلے سوال کا جواب دے دیا اور ”کوئی شک کی جگہ نہیں“ کہہ کر دوسرے سوال کا جواب دے دیا کہ ”فی“ ظرفیت کے لیے آتا ہے لہذا اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں کسی کو شک نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ قرآن پاک کسی شک و شبہ کی جگہ اور ظرف نہیں ہے کیونکہ عربی زبان سے باخبر کوئی بھی صاحب ہوش و خرد قرآن پاک میں غور و فکر کرے تو اسے ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب ہر شک و شبہ سے ماوراء ہے تو جو لوگ شک میں مبتلا ہیں خود ان کی عقل میں خلل ہے۔ قرآن کریم میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ذرا یہ ترجمہ بھی دیکھئے جس میں ان دو سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب نہیں ملتا:

”یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں“

وَمَا أَهْلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ

اہل اور استہلال کا لغوی معنی ہے چاند کا تلاش کرنا۔

چونکہ چاند تلاش کرتے وقت اونچی آواز میں باتیں کی جاتی تھیں۔ اس لیے یہ دونوں لفظ اونچی آواز نکالنے کے معنی میں استعمال کیے جانے لگے۔ اس اعتبار سے آیت کریمہ کا معنی یہ ہونا چاہیے کہ :

”اور (تم پر حرام فرمائی) وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام بلند آواز سے لیا گیا۔“

اس ترجمہ کے مطابق اگر کسی سے پوچھا جائے کہ یہ عورت کون ہے؟ وہ کہے میری بیوی ہے، تو چاہیے کہ بیوی اس پر حرام ہو جائے۔ اسی طرح پوچھا گیا کہ یہ بحر اکس کا ہے؟ کسی نے کہا کہ یہ امجد کا ہے۔ اس پر بھی یہی فتویٰ عائد ہونا چاہیے کہ یہ بحر احرام ہو گیا کہ اس پر امجد کا نام بلند آواز سے بولا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات اتفاقاً باطل ہے، اسی لیے تمام متقدمین مفسرین نے اس جگہ ایک قید کا اضافہ کیا ہے اور فرمایا کہ وہ جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ علماء دیوبند اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت کہتے ہیں :

”اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے لیے نام زد کر دیا گیا ہو“

(تھانوی صاحب)

اس ترجمے کی بناء پر ان کے نزدیک وہ جانور حرام ہو جاتا ہے جو کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے خرید گیا ہو یا پالا گیا ہو۔ چاہے اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا گیا ہو۔ مشرکین کے بتوں کے لیے نام زد کردہ جانوروں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا (۱۶۸/۲)

”اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال پاکیزہ۔“

حیرت کا مقام ہے کہ بتوں کے لیے مشرکوں کے نام زد کردہ جانوروں کو مسلمان اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر لیں تو وہ حلال اور اگر بزرگوں کو ثواب پیش کرنے کے لیے جانور پالا جائے، تو حرام۔ اگرچہ اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ہی ذبح کیا جائے۔ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ ملاحظہ ہو :

”اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے“

یہ ترجمہ نہ صرف اکابر مفسرین کے مطابق ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ کے بھی عین مطابق ہے۔

وآنچه آواز بلند کرده شود در ذبح و بے بغیر خدا

۴ اِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخَدَعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (۱۴۲/۴)

بعض لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا“

اللہ تعالیٰ کی طرف دغا کی نسبت کرنا بڑی بے باکی ہے۔ امام احمد رضا رحمہ اللہ

تعالیٰ یوں ترجمہ کرتے ہیں :

”بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی

انھیں غافل کر کے مارے گا۔“

۵ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوذُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا

(۱۳/۱۳)

اس آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے :

”اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں

گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔“

کسی نے اس طرح ترجمہ کیا :

”یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں“

”پھر آ جاؤ“ یا ”لوٹ آؤ“ کے الفاظ میں غور کیجئے کیا اس کا یہ مطلب نہیں؟ کہ معاذ اللہ!

رسولانِ گرامی بھی پہلے کافروں کے دین پر تھے، جن دوسری آیات میں لَتَعُوذُنَّ واقع ہوا ہے

ان کا بھی ایسا ترجمہ کیا گیا ہے۔ دراصل عَادَ، يَعُوذُ کبھی فعل تام ہوتا ہے اور اس کا معنی لوٹنا

اور رجوع کرنا ہوتا ہے اور بعض اوقات فعل ناقص ہوتا ہے اس وقت اس کا معنی ہو جانا ہوتا

ہے، ان مترجمین کو یہ بات سمجھ نہیں آسکی کہ اس جگہ یہ فعل ناقص ہے تام نہیں ہے، امام

احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا صاف اور شفاف ترجمہ یہ ہے :

”اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا ہم ضرور تمہیں اپنی زمین سے نکال

دیں گے یا تم ہمارے دین پر ہو جاؤ“

یہ ہے قرآنِ فہمی اور اسے کہتے ہیں عرفانی بصیرت۔

۶ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۝ لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۲۴/۱۲)

”اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس

عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا اگر رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا۔“

صاف مطلب یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کچھ خیال تو ہو گیا تھا، زیادہ خیال نہیں ہوا اور یہ اہل سنت کے اجماعی عقیدے عصمتِ انبیاء کے خلاف ہے۔ پھر یہ ترجمہ ضرورت سے زیادہ طویل ہے، نیز لولاً کو ما قبل سے جدا کر کے الگ جملہ شرطیہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ وہ ما قبل سے متصل ہے اور وَهَمَّ بِهَا اس کی جزاء پر دال ہے، اس کے برعکس امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ پڑھئے سیاقِ آیت کے مطابق، مختصر اور مسلکِ اہل سنت کا ترجمان:

”اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔“

﴿ ۷ ﴾ حَتَّىٰ إِذَا سَتَّيْنَسَ الرَّسُولُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا (۱۱۰/۱۲)

ترجمہ: ”یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا“

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسولوں نے گمان کیا کہ انہیں جھوٹ کہا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا:

”معاذ اللہ! (اللہ کی پناہ) رسولوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے بارے میں یہ گمان کرتے“

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھئے:

”یہاں تک جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔“

﴿ ۸ ﴾ قَالَ هُوَ لَأَبْنَتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعَلِينَ (۷۱/۱۵)

ترجمہ: ”یولا، یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے۔“

پس منظر یہ ہے کہ جب عذاب کے فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو کفار اپنے ہم جنسی کے شوق میں ان کے پیچھے دوڑے ہوئے آئے۔ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا جو اس آیت میں مذکور ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی شریف آدمی اپنے مہمانوں کے تحفظ کے لیے جان تو دے سکتا ہے مگر اپنی بہو بیٹیوں کو پیش کر دینا نہ شرعاً جائز ہے اور نہ عقلاً، پھر ایک جلیل القدر نبی سے یہ بات کیسے متصور ہو سکتی ہے؟

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھئے انہوں نے ترجمہ ہی میں اس مشکل کو حل کر دیا ہے:

”کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے“

یعنی اگر جنسی خواہشات کا تم پر اتنا ہی غلبہ ہے تو انہیں پورا کرنے کے لیے تمہاری بیویاں موجود ہیں، پھر ناجائز راستہ کیوں اختیار کیوں کرتے ہو؟ قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہہ کر کمال شفقت کا اظہار ہے اور زور بیان بھی پیدا کیا گیا ہے۔

فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (۸۷/۲۱)

9

”پھر سمجھانہ پکڑ سکیں گے اس کو“

اس ترجمہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر قابو نہ پاسکے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے جو کفر ہے۔ مزید برآں یہ کہ اس کفر کی نسبت حضرت یونس علیہ السلام کی طرف جارہی ہے۔ لہٰذا لَانْكَ قَدْرٍ يَقْدِرُ کا معنی جیسے ”قادر ہونا“ آتا ہے، اسی طرح ”تنگی کرنا“ بھی آتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ (۸۲/۲۸)

”اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے۔“
پیش نظر آیت میں بھی نَقْدِرُ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اسی لیے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ترجمہ کیا:

”تو گمان کیا (یونس علیہ السلام) نے کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے“

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى (۷/۹۳)

10

ترجمہ: ”اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی“

غور کیا جائے تو یہ ترجمہ ذوق ایمانی پر انتہائی گراں گزرتا ہے، وہ ذات اقدس ﷺ جو تمام عالم انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہیں، ان کے لیے معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے

ایسے الفاظ استعمال کرنے کا کیا جواز ہے؟ اصل میں مغالطہ اس لیے واقع ہوا کہ ضلالت کا ایک معنی ”گمراہی“ ہے۔ ترجمہ کرنے والوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا ”بھٹکتا ہوا“ اس طرف توجہ نہ کی کہ اس کا معنی ”محویت“ بھی تو ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں برادرانِ یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہے :

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ (۹۵/۱۲)

”آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں“

اسی لیے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں ترجمہ کیا :

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

اس ترجمہ میں مقام رسالت کی عظمت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور ادنیٰ اعتبار سے بھی

قابلِ صد ستائش ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کے محاسن پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہم نے اختصار کے پیش نظر چند آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمین ثم آمین! ﷻ

سیرت

نمبر شمار	عنوان	رسالہ / اخبار	مطبوعہ	سال اشاعت
۱-	اعلیٰ حضرت بریلوی	ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور	اپریل ۱۹۷۳ء
۲-	مولانا شاہ احمد رضا خاں	روزنامہ وفاق	لاہور	۷ جولائی ۱۹۷۷ء

12/12

12/12

12/12	12/12	12/12	12/12
12/12	12/12	12/12	12/12

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی

متحدہ ہندو پاک میں یوں تو ان گنت نامور ارباب علم و فضل پیدا ہوئے جن کی جلالت و عظمت کے نقوش صفحہ دہر پر قیامت تک درخشندہ و تابندہ رہیں گے، لیکن امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان معدودے چند فقید المثال شخصیتوں میں سے ہیں جو علم و فضل، زہد و تقویٰ، دینی خدمات، حق گوئی اور جامعیت میں بام عروج کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کم و بیش پچاس علوم و فنون میں تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی کسی بھی تصنیف کو دیکھئے آپ کو علم و عرفان کا بحر ذخار موجزن نظر آئے گا، یہی وجہ ہے کہ مخالف بھی بہ نظر انصاف آپ کی تصانیف پڑھے تو اسے مصنف کی وسعت علمی اور فکر و نظر کی گہرائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے عمر بھر بلا خوفِ تردید حق بات کہی اور اس امر کی پروا نہیں کی کہ کوئی خوش ہوتا ہے یا ناراض۔ درحقیقت مردانِ حق کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ کسی صورت میں حق کی حمایت سے دست کش نہیں ہوتے اگرچہ انہیں بڑے سے بڑا نقصان بھی قبول کرنا پڑے۔ راہِ استقامت کے راہی امام احمد رضا نے نہ صرف فریضہ حق گوئی بجمال حسن و خوبی ادا کیا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا سامان بھی فراہم کر دیا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی ابن رئیس المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان (م- ۱۲۹۷ھ- ۱۸۸۰ء) ابن علامہ زماں مولانا رضا علی خاں (م- ۱۲۸۲ھ- ۱۸۶۵/۶ء) ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف (اترپردیش بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ”المختار“ تجویز کیا گیا۔ آپ کی طبیعت میں ذکاوت و فطانت کے جوہر ابتدا ہی سے بدرجہ اتم نمایاں تھے۔ پھر دینی اور علمی ماحول نے آپ کی صلاحیتوں کو مزید چار چاند لگا دیئے۔ تمام مروجہ علوم کی تحصیل والد ماجد مولانا نقی علی خاں

قدس سرہ العزیز سے کی۔ ان کے علاوہ مرزا غلام قادر بیگ، علامہ عبدالعلی رامپوری اور مولانا شاہ ابوالحسین نوری وغیر ہم سے استفادہ کیا، اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اسی دن رضاعت کے مسئلے کا نفیس جواب تحریر فرمایا جسے دیکھ کر والد ماجد نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ قریباً نصف صدی تک اس فریضے کو اس عمدگی سے نبھایا کہ دیکھنے والے عیش عیش کراٹھے۔ مولانا حکیم عبدالحی نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کئے ہیں :-

”وہ فقہ حنفی میں وسعتِ نظر کے اعتبار سے بے مثل تھے اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ مصنفہ ۱۳۳۳ھ (نوٹ کے مسائل پر محققانہ کتاب) شاہد ہے“^۱

اعلیٰ حضرت نے متعدد علوم میں مطالعہ سے دسترس حاصل کی۔ ۱۸۷۷ء میں والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ العزیز سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ آل رسول نے فرمایا:

”قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوچھے گا ”دنیا سے کیا لایا ہے“؟ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا“

۱۸۷۸ء میں والد مکرم کی معیت میں حرین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس موقع پر حضرت شیخ احمد بن زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ اور حضرت شیخ عبدالرحمان مکی مفتی حنفیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ شیخ جمل اللیل مکی نے آپ کو دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔

انی لا جد نور اللہ من هذا الجبین

”مجھے اس پیشانی سے نور الہی محسوس ہوتا ہے“

اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے انہوں نے اپنی عربی منظوم تالیف ”الجوہرۃ المضنیۃ (مسلک شافعی پر مسائل حج و زیارت) کی اردو شرح مسلک حنفی کے مطابق لکھنے کی فرمائش کی۔ جسے اعلیٰ حضرت نے دو دن میں پورا کر دیا اور شرح کا نام:

”النیرۃ الوضنیۃ فی شرح الجوہرۃ المضنیۃ“

لکھا بعد میں آپ نے اس پر قابل قدر حواشی تحریر فرمائے۔ ۱۳۲۳ھ میں دوسری دفعہ

۱۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد ہفتم

حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اس دفعہ حرمین طیبین کے علماء نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ سندیں اور اجازتیں حاصل کیں، آپ کی زیارت اور آپ سے استفادے کو غنیمت جانا، آپ کی تصانیف پر اہم تقریظیں لکھیں۔ نوٹ کے مسائل علمائے عرب کے لیے عقدہ لائیکل بنے ہوئے تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور یہ مسائل آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے چند پہر ان مسائل پر غور و خوض کیا اور ایک مبسوط کتاب عربی میں لکھ دی جس کا نام رکھا:

”کفل الفقیہ الفاہم“

اس سے پہلے انہی مسائل کے بارے میں مفتی حنفیہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی قدس سرہ سے استفسار کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا:

”علم علماء کی گردنوں کی امانت ہے مجھے اس جزئیہ کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں“
مگر جب یہی سوال مولانا احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے ایسا محققانہ جواب لکھا کہ عرب علماء انگشت بندال رہ گئے۔

اسی سفر میں مسئلہ علم غیب سے متعلق بھی چند سوالات پیش کئے گئے۔ جن کے جواب میں آپ نے عربی میں ایک مبسوط کتاب:

”الدولة المکیة بالمادة الغیبة“

مجموعی طور پر آٹھ گھنٹوں میں لکھ دی، اجلہ علماء نے بجزرت اس پر تقریظیں اور شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا احمد ابو الخیر بن عبداللہ میر داوڑ رحمۃ اللہ علیہ مدرس مسجد حرام فرماتے ہیں:

”میں نے یہ رسالہ گہری نظر سے دیکھا، اسے حسن تحقیق اور متانت میں کامل پایا۔ یہ رسالہ شرح صدر کا باعث ہوا، اس کے دلائل آسمان تحقیق پر جلوہ گر ہوئے۔ اس طرح کیوں نہ ہوتا جبکہ اسے امام علامہ ذکی اور بلند ہمت نے لکھا ہے جو اپنے زمانے کے مؤلفین کا سردار اور معاصرین کی شہادت سے تمام مصنفین کا امام ہے“

مشہور آفاق فاضل علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمہ اللہ تعالیٰ و مؤلف ”جوہر البحار“ و ”شواہد الحق“ فرماتے ہیں۔

”میں نے الدولة المکیة کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے تمام دینی کتابوں سے بہت نفع بخش اور مفید پایا اس کے دلائل بہت پختہ ہیں جو امام کبیر اور علامہ اجل سے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں“ ۳

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تن تنہا وہ کام کیا جو اجلہ علماء کا پورا ادارہ بھی کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کا فتویٰ ضخیم بارہ جلدوں میں مرتب ہو چکا ہے، مگر ابھی تک اس کی صرف پانچ جلدیں طبع ہو سکی ہیں۔ ۴ آپ نے اہل باطل کی سرکونی پوری قوت سے فرمائی۔ سینکڑوں تصانیف کے ذریعے باطل کے غرور کو خاک میں ملایا۔ علم ہیئت اور میقات میں اس قدر کمال رکھتے تھے کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر صحیح وقت بتا دیتے تھے۔ شمسی مہینوں کے لحاظ سے نماز ہجگانہ کے اوقات ہندوستان میں سب سے پہلے آپ نے مرتب کر کے شائع کرائے۔ علم جفر میں آپ کی شہرت یہاں تک پہنچی کہ عرب کے بعض علماء بغرض استفادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض یاب ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں ”تمہید ایمان بآیات قرآن“ خاص طور پر لائق مطالعہ ہے۔ اس میں آپ نے کتاب و سنت کی روشنی میں بتایا ہے کہ ایک مسلمان کو نبی اکرم ﷺ کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز اصولی طور پر ایک دینی راہنما تھے۔ لیکن جب کبھی ملت اسلامیہ پر مشکل وقت آیا تو آپ نے دینی نقطہ نظر سے بروقت اور صحیح رہنمائی فرمائی۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے ساز باز کر کے ترکی کے حصے بخرے کر دیئے ان کے ظلم و ستم پر مسلمانوں کو برہم ہونا فطری امر تھا اس بناء پر ”تحریک خلافت“ قائم کی گئی۔ ۱۹۲۰ء میں گاندھی نے کانگریس کی طرف سے ”تحریک ترک موالات“ کی ابتدا کی۔ دونوں تحریکوں میں انگریز دشمنی کی مشترکہ بنیاد پر جلد ہی اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا ہو گئی افراط و تفریط کا یہ عالم کہ ایک طرف انگریزوں سے معاملات تک ناجائز قرار دئے گئے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ روابط اتحاد کی حد کو پہنچ گئے۔ اس موقع پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے ہندو مسلم اتحاد کے خوفناک مضمرات کتاب و سنت

۲۔ الدولة المکیة، ص ۷۷-۷۶

۳۔ اب تک بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ بلکہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور نے پہلی 6 جلدیں تخریج و تسہیل و جدید ترتیب سے 16 جلدوں میں شائع کر دی ہیں اور بقیہ جلدوں پر ہنوز کام جاری ہے۔ طاہر

کی روشنی میں پیش کئے اور دو قومی نظریے کا بھرپور پرچار کیا۔ بعض کانگریس نواز ظاہر بینوں نے ان پر انگریز دوستی کا الزام لگایا اور یہ نہ سوچا کہ وہ کس شخص پر یہ الزام لگا رہے ہیں؟ آپ نے مولانا محمد علی جوہر کو صاف لفظوں میں اپنا عندیہ ظاہر کر دیا تھا۔ ایک ملاقات میں فرمایا:

”مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں“

حاجی علاؤ الدین میرٹھی ایک مسئلے کی تحقیق کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

”آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں حالانکہ لفافہ دو

پیسوں میں آجاتا ہے“ حاجی صاحب نے عرض کیا ”حضور دو پیسے کے ٹکٹ تو عام

لوگوں کے خطوط پر لگائے جاتے ہیں“ فرمایا ”بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟“

حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور آئندہ اس روش کو ترک کرنے کو وعدہ کیا۔

۱۲/ صفر ۱۳۳۹ھ کو مولانا حاکم علی نقشبندی پروفیسر اسلامیہ کالج، لاہور نے

ترک موالات کے بارے میں استفتاء پیش کیا جس کا مختصر جواب فوری طور پر بھجوا دیا گیا۔ اس

جواب کو دیکھ کر چوہدری عزیز الرحمن سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول، لائلپور نے ۱۲/ربیع

الآخر ۱۳۳۹ھ کو ایک استفتاء ارسال کیا جس میں انہوں نے ذرا تیز لہجہ اختیار کیا اور لکھا:

”موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے

کے جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہو کر بے خوف و خطر لوگوں کو

صراط مستقیم دکھانے کا ہے“

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے قریباً نوے صفحات پر مشتمل

مبسوط جواب ارسال فرمایا جس میں مسئلے کو نصف النہار سے زیادہ روشن کر کے پیش کیا اور

ساتھ ہی واضح فرمایا کہ تحقیق مسئلہ سے صرف اور صرف خدا اور رسول کی خوشنودی مقصود

ہے نہ کہ کسی مخلوق کی رضامندی۔ اور صراحت فرمادیا:

”سے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار

لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو۔ نہیں

نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول، نہ تنبیہ و آگاہی

۴۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۴۰

مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اور اس کا مقصد و مدعا ہو“ ۵

انشاء اللہ العزیز، ان حوالوں سے منصف مزاج کے شکوک و شبہات کا فور ہو جائیں گے اور راہِ حق و صواب واضح ہو جائے گا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے تلامذہ اور خلفاء پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد شاہ عبدالعلیم میرٹھی عالیہ الرحمہ اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری کے والد صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی عالیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ اس وقت آپ کے خلفاء میں سے مولانا سید ابو البرکات لاہور میں اور مولانا ضیاء الدین مدنی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں۔ ۶ مولائے قدوس ان حضرات کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء (۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، کو پیدا ہوئے اور ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کو نماز جمعہ کے وقت بریلی شریف میں نگاہ ظاہر میں سے روپوش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!۔ آپ نے وصال سے پہلے الہامی طور پر قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے اپنا سنہ وفات استخراج فرمایا:

ویطاف علیہم بانیۃ من فضۃ واکواب (۱۳۴۰ھ) ۷

۵ (المحجة المومنة، صفحہ ۳۸)

۶ قضائے الہی سے مولانا ابو البرکات سید احمد قادری ۲۰ شوال ۱۳۹۸ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو لاہور میں رحلت فرما گئے اور مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی نے ۳ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز جمعہ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

۷ بشکریہ: ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور شمارہ اپریل ۱۹۷۳ء

نوٹ: یہی مقالہ روزنامہ وفاق، لاہور شمارہ جولائی ۱۹۷۷ء میں بھی شائع ہوا ہے۔

ہم عصر علماء سے تعلقات

نمبر شمار	عنوان	تاثرات	مطبوعہ	سن
۱	حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، امام احمد رضا کی نظر میں	ماہنامہ ضیائے حرم	لاہور	اکتوبر ۱۹۹۸ء

تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی امام احمد رضا بریلوی کی نظر میں

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کا سلسلہ نسب بتیس (۳۲) واسطوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے ۱۹ نمبر پر آنے والے بزرگ حضرت شیخ دانیال قطری رحمہ اللہ تعالیٰ ہندوستان تشریف لانے والے پہلے بزرگ ہیں۔ جو چھٹی صدی ہجری میں وارد ہندوستان ہوئے۔ حضرت دانیال رحمہ اللہ تعالیٰ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ ہندوستان آئے۔ بدایوں کی فتح کے وقت آپ قطب الدین ایبک کے ساتھ تھے۔ ایبک نے آپ کو بدایوں کا قاضی مقرر کیا۔ ایبک کے وہلی جانے کے بعد شمس الدین التمش بدایوں کا حاکم ہوا۔ اس نے بدایوں میں عالی شان جامع مسجد شمسی تعمیر کی۔ جس میں پہلی نماز حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد حضرت سید احمد نے پڑھائی۔ پھر اس مسجد کے منتظم اور خطیب حضرت قاضی صاحب قدس سرہ العزیز مقرر ہوئے۔

حضرت قاضی دانیال علیہ الرحمہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ العزیز کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ۶۳۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت رکن الدین شمس رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع مسجد کے پیچھے مدرسہ قائم کیا۔ یہی مدرسہ آج ”مدرسہ قادریہ“ کے نام سے موجود ہے۔ قاضی صاحب کی اولاد میں مولانا محمد شفیع صاحب عالمگیری دور کے مشہور عالم اور ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین میں شریک تھے۔

یہ حقیقت حیرت انگیز ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک آٹھ سو سال کا طویل ترین عرصہ اس طرح گزرا ہے کہ یہ عثمانی خانوادہ ارباب علم و فضل اور اصحاب تقویٰ و طہارت ہستیوں سے کبھی خالی نہیں رہا۔ یہ وہ سرمایہ صد افتخار ہے جس میں پاک و ہند کا کوئی خاندان اس خانوادے کا مقابل دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے والد ماجد حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ

معین الحق فضل رسول بدایونی اور جد امجد حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید رحمہم اللہ تعالیٰ ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ میں سے تھے۔

اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی مختصر طور پر بیان کر دئے جائیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ ۷/رجب ۱۲۵۳ھ/۷/۱۸۳۷ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ باطنی الہام کی بنا پر ”شیخ الاسلام فی الہند“ تاریخی لقب رکھا گیا۔ جد امجد حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”مظہر حق“ تاریخی نام تجویز فرمایا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشارے کی بنا پر عبدالقادر نام پر عقیقہ کیا گیا۔ والد ماجد حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محبت رسول نام کا جزء قرار دیا۔ ۲

عام بچوں کو لہو و لعب کے علاوہ کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہوتی۔ لیکن آپ اس عمر میں بھی مروجہ بدعات مثلاً تعزیہ وغیرہ کے دیکھنے کے روادار نہ ہوتے۔ جد امجد نے بسم اللہ خوانی کی تقریب ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ کے چچا، استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم دینیہ کی تعلیم دی اور پایہ کمال کو پہنچایا۔ والد ماجد سے تکمیل کر کے چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ معقولات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے شہید تحریک آزادی علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سال ان کی خدمت میں رہ کر ان کے قابل صد فخر تلامذہ میں شمار ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی آپ پر ہمیشہ فخر فرماتے اور اکثر فرمایا کرتے تھے:

”صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے۔ وقتاً بعد وقت اور

عصراً بعد عصر (یعنی کسی کسی وقت ہی) پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اس زمانہ میں

کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ یہ ہیں“ ۳

ایسے علامۃ العصر کا یہ تاثر معمولی نہیں ہے۔ بعض اوقات حضرت علامہ فرمایا کرتے تھے:

”ان کے ذہن کی جودت و سلامت ابوالفضل و فیضی کے اذہان ثاقبہ کی

۲۔ محمود احمد قادری، مولانا:

تذکرہ علماء اہل سنت (طبع فیصل آباد) ص ۱۲۵

اکمل التاریخ، ج ۱۲ ص ۲۰۷

۳۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا:

جو دت کومات کرتی ہے۔ ۴

والد ماجد سیف اللہ المسلمول حضرت مولانا شاہ فضل رسول رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرمایا کرتے تھے :

”مجھ سے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہ (حضرت کے بھانجے) کی

ذہانت و ذکاوت زیادہ ہے، مگر بر خوردار عبدالقادر کی ذہانت مجھ سے اور مولوی

فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔ ۵

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے سینکڑوں شاگردوں میں سے چار حضرات

عناصر اربعہ سمجھے جاتے تھے۔

☆ حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی (فرزند ارجمند)

☆ مولانا فیض الحسن سہارنپوری

☆ مولانا ہدایت اللہ خاں جوہنپوری

☆ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت علامہ عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے :

”ہر سہ اصحاب (پہلے تین حضرات) کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید

روزگار ہیں (مثلاً علامہ عبدالحق خیر آبادی معقولات میں، علامہ سہارنپوری

شارح حماسہ ادب میں اور علامہ ہدایت اللہ جوہنپوری منقولات میں) مگر

حضرت تاج الفحول کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم و فنون میں ہے۔ ۶

علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر سند حدیث والد ماجد سے حاصل کی، سلسلہ عالیہ

قادریہ میں والد اقدس کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ اور جب ۱۲۷۹ھ میں پہلی بار

حرمین شریفین کی حاضری کا ارادہ کیا تو اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر نے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ

حرمین شریفین حاضری کا ارادہ ہے اجازت اور ہدایات سے بہرہ ور فرمائیں۔ حضرت والد ماجد

اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷

۴۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا :

اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷

۵۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا :

اکمل التاریخ، ج ۲، ص ۲۰۷

۶۔ محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا :

نے ۲۱/رجب ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۳ء کو جو مکتوب ارسال فرمایا اس کا ترجمہ اور خلاصہ درج ذیل
 سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں مندرجہ ہدایات شاید آپ کو کسی دوسری جگہ نہ ملیں :
 بر خوردار ، سعادت و ثار ، فضیلت آثار ، قرۃ العین ، فلاح الکبد ، راح القلب ،
 نزہۃ الخاطر ، مولوی عبدالقادر حقہ اللہ تعالیٰ بالباطن والظاہر۔ دعاؤں کے بعد آپ کو معلوم ہو
 کہ راحت نامہ موصول ہو کر فراواں خوشی کا باعث ہوا۔ جس چیز کا آپ نے مطالبہ کیا ہے ،
 آپ کے حج و زیارت کے ارادے کے ظاہر ہونے کے وقت ہی سے میں تہ دل سے اسے بیان
 کرنا چاہتا تھا، لیکن آپ کی طلب کا منتظر تھا کہ ان امور میں طالب کی طلب اور رغبت زیادہ کام
 کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کو طلب کی توفیق مل گئی، اس کے ثمرات سے بھی
 سعادت مند ہوں۔

میری جان! اللہ تعالیٰ کے فضل سے :

☆ جب جہاز پر سوار ہوں بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمُرْسُهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيْمٌ پڑھیں

☆ صحیح بخاری شریف اول سے آخر تک بطور وظیفہ ختم کریں۔

☆ کپڑے اور جائے نماز کی پاکیزگی اور وضو کا التزام کریں۔

☆ ضروریات طبعیہ مثلاً کھانے، پینے اور سونے، اسی طرح ضروریات شرعیہ مثلاً

نماز، معمول کے وظائف اور نوافل کے علاوہ دن رات کے تمام اوقات کو بخاری شریف کی
 تلاوت میں صرف کریں، گویا آپ نے پوری کتاب ایک نشست میں مسلسل پڑھی ہے
 کیونکہ تمام وظائف میں مسلسل پڑھنے کو وقفے سے پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے۔

اس طرح کتاب ختم کرنے کے بعد کتاب الحج اور جو کچھ زیارت سے متعلق ہے اور وہ

ابواب جن کا تعلق مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہے، نیز حضور سرور کائنات ﷺ کی

عبادت، معاملات عادت، سفر ہجرت اور غزوات کے مقامات جو مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور

ان دونوں حرموں کے درمیان آئے ہیں انہیں اس کتاب سے خوب ذہن نشین کریں۔

☆ احرام سے لے کر طواف رخصت تک حج کا مکمل طریقہ یاد کر لیں۔

☆ جب میقات سے احرام باندھیں تو تصور کریں کہ حضرت ختم المرسلین ﷺ نے

اس طرح ارشاد فرمایا ہے اور میرا احرام رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے۔

☆ اسی طرح لباس، تلبیہ اور حج کے تمام افعال میں آل حضرت ﷺ کے فعل کو سامنے رکھیں

☆ جب مکہ معظمہ پہنچیں شہر کی عظمت کا اس طرح تصور کریں کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ چونکہ بیت اللہ شریف کو اللہ تعالیٰ کا مظهر خاص ہونے کا شرف حاصل ہے اس لئے اسے قبلہ قرار دیا ہے، نیز اس جگہ نبی اکرم ﷺ کی جائے پیدائش ہے۔

☆ خاص مقامات مثلاً طواف اور سعی کی جگہ، صفا، مروہ اور غار حراء وغیرہ کہ حدیث صحیح میں ان جگہوں پر نبی اکرم ﷺ کے بیٹھنے یا گزرنے کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہر جگہ نبی اکرم ﷺ کو اسی حال میں تصور کریں گویا کہ آپ کی زیارت کر رہے ہیں۔ مساجد، مقامات، آثار اور عرفات وغیرہ کے راستے میں اسی تصور کو مستحکم رکھیں۔

☆ اور جب مدینہ پہنچیں تو دل میں یہ عقیدہ خوب مضبوط رکھیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ و پابندہ موجود ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ خصوصاً حضرت نور النور کے حضور حاضری کے وقت اس عقیدے کو یقین کی حد تک پہنچادیں۔ اس بحث کا باقی حصہ مراقبہ محمدیہ کے طریقہ سے واضح ہو جائے گا۔

☆ میں نے مولوی سراج الحق کو کہہ دیا ہے کہ طریقہ مراقبہ کلمہ طیبہ اور طریقہ مراقبہ محمدیہ نقل کر کے آپ کو ارسال کریں۔ ان دونوں طریقوں کی شرح کر کے ایک کتابچے میں جمع کر دیں۔ ممکن ہے کسی طالب کے کام آجائے۔ ان دونوں تحریروں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے نیز تمام اوراد، اذکار، اشغال، اعمال اور اوفاق کی جن کی مجھے والد ماجد قدس سرہ العزیز سے اجازت ہے آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ علاوہ ازیں آپ کو سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سروردیہ اور مداریہ میں اگر کوئی طالب اصرار کرے تو ان طرق کی شرائط اور لوازم کے ساتھ بیعت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

اگر طالب اور فیض حاصل کرنے والا رکھنے والا ہو تو سبحان اللہ دل و جان سے جو کچھ معلوم ہو اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور اس کی تعظیم مجالائی جائے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا طالب ہے اور اگر وہ عوام میں سے ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محبوبوں کی محبت کی لڑی میں پروئے جانے کے فائدے سے خالی نہیں ہے۔ المرء مع من احب

آدمی اس کے ساتھ ہو جس کے ساتھ محبت رکھے۔

اسی سفر میں والد ماجد کے ارشاد کے مطابق مولانا شیخ جمال عمر حنفی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سند حدیث کی اجازت حاصل کی۔ چونکہ آپ نے حرمین شریفین کی حاضری کے لئے متعدد بار سفر کیا اور والد و مرشد گرامی کی ہدایت کے مطابق حوائج ضروریہ کے علاوہ اکثر اوقات بطور وظیفہ مخاری شریف کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ حافظہ تو اللہ تعالیٰ نے نہایت قوی عطا فرمایا تھا۔ کثرت تلاوت کی برکت سے آپ کو تمام مخاری شریف تقریباً یاد تھی۔

ابتداء میں درس و تدریس کی طرف مکمل توجہ تھی۔ آخر میں تدریس کا مشغلہ

ترک ہو گیا۔ چند نامور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں :-

۱- حضرت مولانا محبت احمد بدایونی

۲- حضرت مولانا فضل احمد بدایونی

۳- حضرت مولانا فضل مجید بدایونی

۴- حضرت مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی

۵- حضرت مولانا سید عبدالصمد مودودی چشتی (حافظ مخاری شریف)

۶- مولانا محمد حسن سنبھلی

۷- حضرت مولانا عبدالرزاق مکی

۸- حضرت سید مصطفیٰ گیلانی، سجادہ نشین آستانہ قادریہ، بغداد شریف

۹- حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری، میاں مارہروی

۱۰- حضرت سید شاہ ابوالقاسم حاجی اسمعیل حسن مارہروی

۱۱- حضرت سید شاہ حسین حیدر مارہروی (جد محترم احسن العلماء حضرت حسن میاں)

رحمہم اللہ تعالیٰ

ان کے علاوہ مولوی عزیز الرحمن مفتی دیوبند اور مولوی امیر احمد سہسوانی بھی آپ

کے شاگرد تھے۔ بعد میں دونوں نے استاذ کے عقیدے سے بغاوت کی۔

اکمل التاریخ، ج ۱۲ ص ۸۱-۱۸۰

اکمل التاریخ، ج ۲ ص ۹-۲۰۸

تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۲

۷- محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا:

۸- محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا:

۹- محمود احمد قادری، مولانا:

آپ نے اپنے دور میں اٹھنے والے ہر فتنے کا زبان و قلم سے رد کیا۔ آپ کی کثیر تصانیف میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱- حقیقۃ الشفاعۃ علی طریق اہل السنۃ
مولوی نذیر حسین دہلوی کے رد میں۔

۲- شفاء السائل بتحقیق المسائل
ایک سو مسائل فقہیہ اعتقادیہ کی تحقیق۔

۳- سیف الاسلام

مولوی بشیر قنوجی نے حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ
میلادیہ ”اشباع الکلام“ کے رد میں رسالہ تائید الکلام لکھا، سیف الاسلام اسی کا
رد ہے۔

۴- ہدایۃ الاسلام
روافض کے رد میں۔

۵- تاریخ بدایوں

بدایوں کے مشہور علماء، مشائخ، ادباء اور شعراء کا تذکرہ۔

۶- اس کے علاوہ چار دیوان ایک عربی، ایک فارسی اور دو اردو کے غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۰
۱۱ جمادی الآخری کو اتوار کا دن گزار کر پیر کی رات ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء مغرب کی
نماز ادا کرنے کے بعد ایک ہفتہ علیل رہ کر دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ ۱۱

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حضرت تاج الفحول اور امام احمد رضا

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندان پورے ہندوستان
میں نہایت محترم اور منصب افتاء و قضاء اور دعوت و ارشاد پر فائز ہو کر صدیوں پرچم اسلام
بلند کئے ہوئے تھا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس خانوادے کے ساتھ بہت

۱۰- بیسن علی عثمانی، مولانا:

مقدمہ ”اختلاف علی و معاویہ“ (طبع بدایوں) ص ۳
تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۲

۱۱- محمود احمد قادری، مولانا:

گہرے مراسم تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کی شان میں دو قصیدے عربی میں لکھے :

۱- حمائد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

۲- محامد فضل رسول (۱۳۰۰ھ)

جن کے اشعار کی تعداد اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد (۳۱۳) کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے ساتھ ان کی عقیدت و محبت کا ثبوت ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل اردو زبان میں قصیدہ مبارکہ ”چراغ اُنس“ ہے۔

○ حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو مارہرہ مقدسہ لے جا کر حضرت سیدنا شاہ آل رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت کروایا۔ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اور تو اور ، شیخ تجھ سے ملا
اس سے بڑھ کر ہے کیا؟ محبت رسول
شیخ بھی کون؟ حضرت آل رسول
خاتم الاولیاء ، محبت رسول
اس کے در تک رسائی تجھ سے ملی
تو ہوا راہنما ، محبت رسول
مجھ پر واجب ہے تیرا شکر نعم
مجھ پر واجب دعا ، محبت رسول

○ حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت و عقیدت کی دوسری وجہ ان کا صاحب علم و فضل اور صائب النظر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندہ خدا تھے جن پر اصول و فروع و عقائد و فقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی

۱۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد

۲۔ دوم والا حضرت تاج الفحول ، محبت رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب

قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔

پچیس برس اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر و قوتِ حفظ و تحقیق اینق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ

۲ نکھیں بند کر کے اس کے فتوے پر عمل ہوئے

○ تیسری وجہ یہ تھی کہ حضرت تاج الفحول صرف مسلک اہل سنت و جماعت پر پوری قوت سے کاربند ہی نہ تھے بلکہ خود معیار سنیت تھے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

ٹھیک معیار سنیت ہے آج تیری حب و ولا ، محبت رسول

سنیت سے پھرا ہدای سے پھرا اب جو تجھ سے پھرا ، محبت رسول

مصطفیٰ کا ہوا خدا کا ہوا اب جو تیرا ہوا ، محبت رسول

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرشد تربیت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے :

”ہمارے دور میں سنیت کی شناخت، محبت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ

اللہ علیہ ہے، ہرگز کوئی بد مذہب ان سے محبت نہ رکھے گا۔“

○ چوتھی وجہ یہ تھی کہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں کانپور میں مجلس ندوۃ العلماء قائم کی گئی۔ اس مجلس کے بانیوں نے اہل سنت کے ساتھ شیعوں اور غیر مقلدوں کو بھی شامل کیا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اہل بدعت و فساد سے محبت اہم ترین فریضہ ہے، اگر کوئی اس فریضے کو ترک کرے گا تو اس کا روزہ مقبول ہے نہ نماز، بلکہ ایمان بھی مقبول نہیں، لہذا جنت میں بھی نہیں جائے گا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے اس قسم کے چند نظریات بیان کر کے فرماتے ہیں :

”ہندوستان کے اطراف سے علماء اہل سنت نے ان پر رد کیا، جن کے

مقتدا حضرت مصنف علامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے

محبت الرسول تاج الفحول، خاتمة المحققین مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

(قدس سرہما) تھے“

مسلک اہل سنت و جماعت ہی اسلام کی سچی تعبیر ہے، اس کا پاسدار کیسے گویا

کرے گا؟ کہ نبی اکرم ﷺ، صحابہ کرام، اہل بیت عظام یا ائمہ دین مجتہدین کے بے ادب

قصیدہ چراغ انس ، ص ۷۷

تذکرہ نوری (طبع فیصل آباد) ص ۱۲۹

تذکرہ علماء اہل سنت ، ص ۱۲۷

المعتمد المستند (طبع ترکیا) ص ۱۳۱

۲۔ احمد رضا بریلوی، امام :

۳۔ غلام شبیر قادری، مولانا :

۴۔ محمود احمد قادری، مولانا :

۵۔ احمد رضا بریلوی، امام :

اور گستاخ کو اپنا دوست اور ہم پیالہ و ہم نوالہ بنائے، یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی نے ندوہ کی شدید مخالفت کی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پچاس سے زیادہ رسائل اس کے خلاف لکھے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پہلے بھی مکر دار ندوہ کو حق نے دی تھی سزا، محبت رسول بعد تری صدی کے پھر اچھلا اب وہ تجھ سے دبا، محبت رسول تیرے ہاتھوں کٹا، محبت رسول

تحریک ندوہ کے صدر مفتی لطف اللہ علی گڑھی تھے۔ ندوہ کے اجلاس بریلی کے دوران حضرت تاج الفحول نے دعوت دی کہ گفتگو کے ذریعے اختلافی مسائل کا فیصلہ کر لیا جائے، لیکن مفتی صاحب حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چلتے ہیں ندویہ کہ صدر کی قدر سرد کی تو نے یا محبت رسول مولوی محمد علی مونگیری ندوہ کے ناظم اور مولوی عبدالحق حقانی ندوہ کے سرگرم رکن تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ناظم فتنہ لاکھ ہوں، ٹوہے ناظم ابتدا محبت رسول جھوٹے حقانی بنتے ہے گمراہ سچے حقانی آ محبت رسول

اہل ندوہ اپنے راستے کی رکاوٹ دو حضرات ہی کو سمجھتے تھے:

ندوی جھنجلاتے ہیں کہ دو ہی تو ہیں اسد احمد رضا، محبت رسول

گلہ بڑ کو ایک شیر بہت وہ بھی لا سیما محبت رسول

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے ندوۃ العلماء پر ستر قاہر اعتراضات وارد کئے تھے جو

”سوالات حق نما بر رؤس ندوۃ العلماء“

کے نام سے شائع ہوئے تھے، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میرے ستر سوال کا قرضہ نہ ادا ہو سکا محبت رسول

حضرت تاج الفحول کی عقیدت و محبت کی ایک وجہ یہ تھی:

قصیدہ چراغ انس، ص ۳۰-۲۸

قصیدہ چراغ انس، ص ۳۱-۳۰

قصیدہ چراغ انس، ص ۳۱

۶- امام احمد رضا بریلوی، امام:

۷- ایضاً:

۸- ایضاً:

۷ شرم والے غنی کا بیٹا ہے کان جو دو حیا محبت رسول ۹

نسبت قادری بھی وجہ محبوبیت تھی :

۸ عبد قادر نہ کیوں ہونا نام کہ ہے ظل غوث الوری محبت رسول ۱۰

حضرت تاج النحل رحمہ اللہ تعالیٰ حج کرنے گئے تو صفا مروہ کی سعی کے دوران جہاں تیزی سے چلنا چاہیے، وہاں بھی آپ آہستہ آہستہ چلتے رہے۔ آپ کے شاگرد رشید اور شہزادہ خانوادہ برکاتیہ حضرت حاجی اسمعیل حسن (حضرت حسن میاں مارہروی کے نانا) نے دریافت کیا کہ ”حضور وہ کیا کیفیت تھی؟“ آبدیدہ ہو کر فرمایا:

”صاحبزادے اگر کوئی دوسرا پوچھتا تو میں نہ بتاتا، مگر چونکہ آپ میرے مخدوم زادے ہیں اس لئے عرض کرتا ہوں کہ سعی کے وقت شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے آگے آگے چل رہے تھے، حضور کی تعظیم کے لیے میں آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے چل رہا تھا“

اس واقعہ کی طرف لطیف اشارہ کرتے ہوئے حضرت تاج النحل رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں :

سنا جب تم صفا مروہ پہ آ کے جلوہ کرتے ہو

ہوئے ہیں مست کیا حجاج اے محبوب سبحانی اللہ

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے روز سعی صفا، محبت رسول

ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں؟ آنکھ پہلے دلا، محبت رسول ۱۲

امام احمد رضا بریلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر کے روابط محبت و عقیدت کا اندازہ

لگانا ہو تو درج ذیل اشعار ضرور ملاحظہ کیجئے!

قصیدہ چراغ انس، ص ۲۷

۹۔ امام احمد رضا بریلوی، امام :

قصیدہ چراغ انس، ص ۲۶

۱۰۔ امام احمد رضا بریلوی، امام :

حاشیہ چراغ انس، ص ۳۰-۳۹

۱۱۔ یسین علی عثمانی، مولانا :

قصیدہ چراغ انس، ص ۳۸

۱۲۔ امام احمد رضا بریلوی، امام :

بلکہ دو احوالی، سے کہتے ہیں
 نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے
 غلطی کی ترا مرا کیسا؟
 یہ بھی تیرے کرم سے ہے ورنہ
 میں ہوں تجھ میں فنا محبت رسول
 میں ترا تو مرا محبت رسول
 تو من و من تو یا محبت رسول
 من کجا و کجا محبت رسول ۱۳

یہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا، بلکہ حقیقتاً آپس میں اس قدر گہرا قرب تھا،
 ”قصیدہ آمال الابرار“ میں علماء اہل سنت کے بارے میں ایک شعر ہے:

إِذَا حَلُّوا تَمَصَّرَتِ الْفِيَّافِي وَحِينَ تَرَحَّلُوا الْأَمْصَارُ بِيدُ ۱۴

جب وہ تشریف لاتے ہیں تو دیرانے شہر بن جاتے ہیں اور وہ جب روانہ ہو جاتے
 ہیں تو شہر دیرانے بن جاتے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:
 ”محض برکت کے لئے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی سے
 پڑھا کرتا تھا۔ جب اس شعر پر پہنچا تو میں نے کہا یہ تو محض شاعرانہ مبالغہ معلوم
 ہوتا ہے“

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

”ہرگز نہیں، بلکہ یہ واقعہ ہے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ
 تعالیٰ کی یہی شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی،
 عجیب رونق، چہل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب
 لوگ موجود رہتے، مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی۔ ۱۵“

۱۳۱۸ھ میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک سو ستر اشعار پر مشتمل ایک عربی قصیدہ
 ”آمال الابرار و آلام الاشرار“

کے نام سے لکھا، جو پٹنہ میں منعقد ہونے والے جلسہ اصلاح ندوۃ العلماء میں پیش کیا گیا۔
 اس میں علماء اہل سنت کا تعارف کراتے ہوئے سرفہرست حضرت مولانا شاہ عبدالقادر

قصیدہ چراغ انس ص ۳۳
 بسائین الغفران ص ۱۱۹
 حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۲۵-۲۴

۱۳- احمد رضا بریلوی، امام:
 ۱۴- احمد رضا بریلوی، امام:
 ۱۵- ظفر الدین بہاری، مولانا:

بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

وَقُدْوَةٌ جَمَعِهِمْ تَاجُ الْفُحُولِ
وَمَا أَدْرَاكَ مَا تَاجُ الْفُحُولِ
وَتَوَجَّهْ بِتَاجِ الْفَضْلِ حَقًّا
جَوَادُ جَيْدُ جَوْدُ مُجَادُ

إِمَامُ الْحَقِّ لَيْسَ لَهُ نَدِيدُ
بِفَضْلِ الْمَجْدِ فَضْلُهُ الْمَجِيدُ
رَسُولُ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ ضَدِيدُ
مَجِيدُ مَا جَدُّ مَجْدُ مَجِيدُ ۱۶

☆ ان سب کے پیشوا تاج الفحول ہیں، حق کے امام جن کی کوئی نظیر نہیں۔

☆ اور تمہیں کیا معلوم کہ تاج الفحول کیا ہیں؟۔ وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت کی بزرگی سے فضیلت دی۔

☆ اور انہیں حقیقہً فضیلت کا تاج پہنایا رسول اللہ نے، جن کی مخالفت کی کسی کو گنجائش نہیں۔

☆ فیاض، بے عیب، عظیم بارش، خالص کئے گئے، ذی شان، گرامی، نفع رساں، خالص بنا دینے والے۔

اسی اجلاس میں حضرت تاج الفحول کے بڑے صاحبزادے حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ”مجدد مائتہ حاضرہ“ کے لقب سے یاد کیا جسے اکابر علماء و مشائخ اہل سنت نے سند قبولیت عطا فرمائی۔ ۱۷۱۷ حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کے لئے ”تاج الفحول“ کا لقب امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا جو مقبول خواص و عوام ہوا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ العزیز کی رحلت کے بعد

☆ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر مطیع الرسول رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ قادریہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا وصال ۱۲۵ / محرم ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء کو فجر کے آخری سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہوئے ہوا۔

☆ ان کے بعد حضرت تاج الفحول کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر بدایونی سجادہ نشین ہوئے۔ ۱۳ / شوال ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء کو ان کا وصال ہوا۔

۱۶۔ احمد رضا بریلوی، امام:

تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۳۶

۱۷۔ محمود احمد قادری، مولانا شاہ:

☆ ان کے وصال کے بعد چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین ہوئے۔ الحمد للہ تعالیٰ اس وقت بھی ان کا فیض جاری ہے۔
 آخر میں حضرت تاج الفحول کے سو سالہ یوم کا اہتمام کرنے والے منتظمین سے گزارش ہے کہ نہایت طویل عرصہ خاموشی کے ساتھ گزر گیا اب :
 ۱- اس عظیم خاندان کی تصانیف کی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا اہتمام کیجئے۔

۲- حضرت تاج الفحول قدس سرہ العزیز کے عربی، فارسی اور اردو دیوانوں کی اشاعت کی طرف توجہ دیجئے۔

۳- حضرت تاج الفحول قدس سرہ العزیز کی وفات پر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو قصائد لکھے تھے، انہیں منظر عام پر لائیے۔ ۱۸

۱۸ یہ مقالہ ۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ / ۲۳ مئی ۱۹۹۸ء کو صد سالہ یوم حضرت تاج الفحول رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقع پر پیش کیا گیا۔

تنقیدات و تعاقبات

نمبر شمار	عنوان	مقام اشاعت	سن اشاعت
۱	امام احمد رضا حقائق کی روشنی میں	لاہور	۱۹۸۵ء
۲	تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا	کراچی	۱۹۹۲ء
۳	امام احمد رضا اور رد قادیانیت		۱۹۹۸ء

20

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10
11	12	13	14	15	16	17	18	19	20
21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
31	32	33	34	35	36	37	38	39	40

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام احمد رضا بریلوی حقائق کی روشنی میں

ان دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ ”عقائدِ جماعتِ بریلویہ رضویہ“ بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہل سنت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملکِ پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورتِ حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جاسکتا ہے۔

بعض اربابِ علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے یہودہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دینا چاہئے، جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقتِ حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، آئندہ سطور میں مختصر طور پر ان اتہامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے :

(۱)

ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تمیں و جال پیدا ہوں گے جن میں سے ”المسید“، ”العنسی“ اور ”المختار“ ہیں۔ ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام ”المختار“ ہے۔ ہم رضا خانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتا دیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ”المختار“ سے مراد کون ہے؟

(پمفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم نہ کسی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو (دیکھئے تقویۃ الایمان) انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو

۱۰۶/۱۳۰۶ھ/۱۹۸۵ء کا واقعہ ہے۔ جس کا رد ذیل نظر مقالہ کی صورت میں علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے قلمبند فرمایا۔ طاہر

ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے۔ اس میں تو آنے والے غیب کی خبر دی گئی ہے۔

(ب) کیا اس سے پہلے کسی محدث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ

”ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہو گا کہ وہ نبی ہے“

امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ ”المختار“ سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہل سنت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو قصر نبوت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین، یا جو ختم نبوت کا ایسا معنی بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت

محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

لہذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجال ”المختار“ کا مصداق قرار دینا حدیث پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے اور درود شریف اس طرح پڑھتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا اَشْرَفِ عَلٰی۔ اس نے تھانوی صاحب کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ جواب میں اسے توبہ واستغفار کی تلقین کی جاتی۔ تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بھونہ تعالیٰ

مقبول سنت ہے۔“ ۳

اللہ اکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس ”المختار“ کا ذکر ہے اس سے مراد احمد رضا خاں ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحاتِ قلم

☆ قہر الدیان علی مرتد بقادیان ،

☆ السوء والعقاب ،

☆ جزاء اللہ عدوہ

وغیرہ رسائل و فتاویٰ نے مخالفین ختم نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ پھا کر رکھا ہے؟
(د) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، امام ابو یعلیٰ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد مسیلمہ کذاب، اسود عینسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم کان اول من خرج بعد ہم المختار بن ابی عبید الثقفی - ثم

زین له الشیطن فادعی النبوة وزعم ان جبریل یأتیه - ۴

”پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے سبز

باغ دکھائے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین آتے ہیں‘

حضرت اسماء بنت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہو گا اور

ایک خونخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خونخوار کا تعلق ہے تو میری

رائے میں وہ تم ہی ہو“۔ ۵

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”حضرت اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے ان کی مراد مختار

بن ابی عبید ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا۔ اس کا بدترین جھوٹ اس کا یہ دعویٰ تھا

۳۔ اشرف علی تھانوی، مولوی: الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵

۴۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵

۵۔ مسلم شریف عربی، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ج ۲، ص ۳۱۲

۴۔ محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام:

۵۔ مسلم بن حجاج القشیری، امام:

کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید ثقفی اور مُبیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔“

(۲)

کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خان صاحب کے مخالفین ان کو اس رو سیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ ماخوذ البریلویہ ص ۱۲۔۔۔۔۔ (پمفلٹ) جن لوگوں کے دل عشق رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے، ان کی نگاہوں کا اندھیرا تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کر دیا۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

”حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔“

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:

”اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بٹڑے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود اُن کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔“

پھر لطف کی بات یہ کہ اس جھوٹ کے لیے بدنام زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں افتراء پر دازیوں کا طور مار باندھ دیا گیا ہے۔ اور جو اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب ”اندھیرے سے اجالے تک“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۳)

احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے ۷ منٹ پہلے یہ وصیت کی:

”تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی المکان (حتی الامکان) اتباع شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر

۶- یحییٰ ابن شرف نووی، امام: شرح مسلم عربی، ج ۲، ص ۳۱۲
۷- محمد مسعود احمد، پروفیسر: اختتامیہ خیابان رضا، طبع لاہور، ص ۱۷

مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

(وصایا شریف ص ۳) (پمفلٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں، دراصل یہ نافرمانی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے چلے آ رہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے اور شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدر طاقت عمل کیا جائے گا۔

لا یشکرف اللہ نفساً الا وسعها (البقرہ ۲- الآیہ ۲۸۶)

(۴)

آئینہ تحریرات (نقل کفر کفر نباشد)

خدا ناچتا تھر کتا ہے۔ (پمفلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ دوسروں کا نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: ”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے“ اسکے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتب فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق و سباق دیکھے بغیر جو دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچتا تھر کتا ہے۔ حیرت ہے کہ ”نقل کفر کفر نباشد“ سر عنوان نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے سر تھوپ دیا۔ پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ :

”وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا، ---- حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے“

جاہل ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں رہنے دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچتا تھر کتا ہے)۔

دراصل ۲۵/ اگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الہند مولوی محمود حسن

صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا :

”چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدر العبد ہے، مقدر اللہ ہے۔“^۸

اس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے۔ اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کام اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے۔ ”فتاویٰ رضویہ“ (مطبوعہ فیصل آباد) ج ۱ ص ۹۱ پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا کسے کہتے ہیں :

”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔۔۔۔۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟“^۹

غور کیجئے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اسے بھی نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی۔

ع چہ دلاور ست دزدے کہ بجھ چراغ دارد

(۵)

”حضور ﷺ کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے“

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص ۷۲ پر فرمایا :
انجام دے آغاز رسالت باشد اینک گوہم تابع عبد القادر
(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہو گا اور وہ نیا رسول بھی
حضرت شیخ جیلانی کا تابع ہو گا۔ (پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم يعرف الفقه فقد صنف فیہ ”جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا“ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی

۸۔ احمد رضا بریلوی، امام : سبحان السبوح، نوری کتب خانہ، لاہور، ص ۳-۱۲۲

۹۔ احمد رضا خاں بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۹۱

رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں، وہ بھی اُن پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

در اصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے، پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت مطلب بیان کر دیا جائے، پہلے شعر کا مطلب پتے ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے۔

بر وحدتِ او رابعِ عبد القادر یک شاہد و دو سابعِ عبد القادر

انجامِ وے آغازِ رسالتِ باشد اینک گو ہم تابعِ عبد القادر

اس رباعی میں حضرت محبوب سبحانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی عبد القادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے، جس کا چوتھا اور ساتواں حرف الف ہے اور آخری حرف راء ہے، اسی حرف کو انجام سے تعبیر کیا ہے۔

(ترجمہ رباعی) (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہد عبد القادر کا چوتھا حرف (الف) اور دوسرا شاہد ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نام مبارک کا آخری حرف (راء) لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ کہو کہ یہ نکات عبد القادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں)

یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقام ولایت کی جہاں انتہاء ہے وہاں سے مقام نبوت و رسالت کی ابتداء ہے، سچ ہے کہ۔

چوں ندیدند حقیقت، رہ افسانہ زدند

نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو ”تخذیر الناس“ کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۶)

”انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں“

انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شبِ باشی فرماتے ہیں (نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (پمفلٹ)

اس جگہ چند امور قابلِ توجہ ہیں:

۱] علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زر قانی "شرح مواہب لدنیہ" سے نقل کی ہے اور علامہ زر قانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کی ہے ملاحظہ ہو "شرح مواہب لدنیہ للزر قانی" (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶، ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲] یہ کہنا کہ "انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" خود ساختہ عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے، ازواج مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا کہ "عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" ان کا بیان ہے کہ "وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں" اور شب باشی کا معنی رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبدالماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے۔۔۔۔۔ ایک شب باشی، اس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مضاجعت (عمل زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز انفاق۔" ۱۰

اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنی ایک جگہ پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عمل زوجیت ضروری نہیں۔ حدیث شریف میں ہے :

وَإِيَّكُمْ مِثْلِي إِنِّي آبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي - ۱۱

"تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھے

کھلاتا پلاتا ہے۔"

۱۰۔ عبدالماجد دریابادی : حکیم الامت، ص ۱۷۴

۱۱۔ مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی، ج ۱ ص ۳۵۱

۳] حیاتِ انبیاءِ علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، المہند جس پر دیوبندی مکتب فکر کے چوپیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، اس میں لکھتے ہیں :-
 ”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ ----- برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو“ ۱۲

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں امہات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابنِ عقیل حبلی نے عالم برزخ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے؟ جب کہ عالم برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴] مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن، ”اشرف السوانح“ میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے، لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں؟ اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔“ ۱۳

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالم برزخ سے عالم دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے،

۱۲۔ خلیل احمد انیسٹھوی، مولوی :
 المہند، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳
 اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۲

۱۳۔ عزیز الحسن، مولوی :

یہ تو سب تسلیم، مگر انبیاء کرام کی عالم برزخ ہی میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

”نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی۔“

تو گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہوگی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں آکر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷)

”حضور ﷺ شکاری کے روپ میں آئے تھے“:

احمد یار خاں نے ”جاء الحق“ ص ۷۵ پر لکھا ہے، حضور نے فرمایا: میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصد ہے۔ (پمفلٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (الآیۃ)

میں نور کا مصداق ہیں۔ محبوب رب العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ)

اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔ حضرت رومی فرماتے ہیں:

زال سبب فرمود خود را مِثْلُكُمْ تا بگرد آیند و کم گردند گم

اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی کہ شکاری، جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے، مثال کے بیان سے کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے، مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا

مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے! انہوں نے حضور انور ﷺ کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔ شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے۔ اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا، اس کے جواب میں انہوں نے کہا:-

”وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے، وعظ کا کام تھا مولانا اسماعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کر لے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پا کر قضائے حاجت کے لئے جاؤں۔“

سو وعظ کی اہلیت وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو وعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسماعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔“ ۱۴

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضائے حاجت قرار دیا ہے، تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کر لے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہ ممتثل لہ (جس کی مثال دی گئی ہے) پر چسپاں کر دینا صحیح نہیں ہے۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں بدترین گستاخی۔“
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب
 ”حدائقِ بخشش“ حصہ سوم ص ۷۳ پر رقمطراز ہیں :-

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا ابھار
 مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لیکن
 یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت
 کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ-عاشق کہلاتے ہیں، خداراغور کریں-(پمفلٹ)
 ناظرین کرام! اس پر ایک لطیفہ سن لیں، ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھوت
 سوار ہوا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
 کہ عشق آساں نمود اول، ولے افتاد مشکہا!

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں، اور یہ تو
 اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے، اس
 نے یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاندار شعر بن گیا۔
 بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ ”حدائقِ بخشش“ حصہ سوم امام احمد رضا
 بریلوی کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا۔ یہ حصہ مولانا محبوب علی
 خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب
 علی خاں نے ابتدائیہ کے ص ۱۰ پر ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ
 امام احمد رضا کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب سے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح
 طور پر چند فروگزاشتیں ہوئیں :

۱ انہوں نے اس حصہ کا نام ”حدائقِ بخشش“ حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائٹل

پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا۔ حالانکہ ”حدائقِ بخشش“ صرف پہلے دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں مرتب ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۲۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔ [۲] انہوں نے مسودہ ناہم سنیم پر لیس، ناہم کے سپرد کر دیا۔ پریس والوں نے خود ہی کتابت کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے دانستہ یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دئے۔

ان غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے ممبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروادیا اور مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

مخالفین کو جو نہی یہ خبر ہوئی دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ مہم چلائی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں ممبئی کی جامع مسجد سے بر طرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھنے کے جو کچھ ہو اُس میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اس کے باوجود انہوں نے رسالہ ”سننی“ لکھنو اور روزنامہ ”انقلاب“ میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور بارہا زبانی توبہ بھی کی، اعلانِ توبہ ملاحظہ ہو :-

”حدائقِ بخشش حصہ سوم ص ۷۳ و ۸۳ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول، جل جلالہ و ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اور سننی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ و ﷺ۔“ ۱۵

اس تفصیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالف کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب کنندہ تھے۔

کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا۔ لہذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افتراء پرداز ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”فیصلہ مقدسہ“، مطبوعہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔

در اصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے ”صراطِ مستقیم“، ”تقویۃ الایمان“، ”تذییر الناس“، ”حفظ الایمان“ اور ”براہینِ قاطعہ“ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جو اہلی کاروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

”صراطِ مستقیم“ میں صاف لکھ دیا کہ :-

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتاً ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے“ ۱۶

”حفظ الایمان“ میں یہاں تک لکھ دیا :-

”پھر آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے“ ۱۷

”براہینِ قاطعہ“ میں ہے :-

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعتِ نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصِ قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ ۱۸

صراطِ مستقیم اردو، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۶

حفظ الایمان، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ص ۸

براہینِ قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند ص ۵۵

۱۶۔ محمد اسماعیل دہلوی، مولوی :

۱۷۔ محمد اشرف علی تھانوی، مولوی :

۱۸۔ محمد اشرف علی تھانوی، مولوی :

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”دعوتِ فکر“ مرتبہ مولانا الحاج محمد منشا تاش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کے عکس دئے گئے ہیں۔

اب ذرا دل تھام کر چشم حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں، تھانوی صاحب اپنے مکتوب ”الخطوب المذیبہ“ میں لکھتے ہیں :-

”ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا (کہ کم سن بیوی ملے گی) اس مناسبت سے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں، وہی قصہ یہاں ہے۔“ ۱۹

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے، تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریبادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

”پر سوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں، یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں، انہوں نے دریافت فرمایا ”رسول اللہ ﷺ کی تصویر دیکھو گی؟“ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ”ضرور!“ اتنے میں کسی نے کہا کہ ”یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں“، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہے ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرت صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہے ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی جیسے بزرگ تو خاص الخاص اولاد حضور ہیں، ان کی

بیوی حضور کی بہو کہلائیں گی۔“ ۲۰

تھانوی صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :-

”کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاؤف (الاوصاف) کی

طرف۔“ ۲۱

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیش نظر رہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہ راست درود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں :-

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بھونہ تعالیٰ

متبع سنت ہے۔“ ۲۲

اب ذرا ایک لمحہ کے لیے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ :

☆ پہلے خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے۔

☆ دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا۔

☆ پھر مرید، تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے۔

آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور ان پر مہر تصدیق ثابت کرنا کیا حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں :-

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا

جن پر لاکھوں مائیں تصدق

وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں

زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں

تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں

کب اسلام رکھاتے یہ ہیں ۲۳

حکیم الامت، ایم شمس الدین، لاہور، ص ۹-۵۲۸

حکیم الامت، ایم شمس الدین، لاہور، ص ۵۲۹

الامداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵

الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۸۵

۲۰- عبد الماجد دریابادی :

۲۱- عبد الماجد دریابادی :

۲۲- اشرف علی تھانوی، مولوی :

۲۳- احمد رضا خاں بریلوی، امام :

”ہرولی مرید کی منی کے قطرے حمل میں گرتے دیکھتا ہے۔“
 ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمن حوالہ صاعقۃ الرحمن پر لکھا ہے :-
 ”کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اس کو
 دیکھ رہا ہوتا ہے۔“

نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات حصہ نمبر ۲ ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سید احمد
 سلجھاسی جب بیوی سے بھستری کر رہے تھے تو سیدی عبدالعزیز دباغ ان کے
 پاس خالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن
 ساتھ ہے۔“ (پمفلٹ)

ہمارے سامنے حضرت علامہ مولانا غلام محمود قدس سرہ، پپلاں، ضلع میانوالی کی
 تصنیف لطیف ”نجم الرحمن“ (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے اس کے ص ۵۰
 بلکہ پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہذا اس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں
 ہے، پھر اس دروغ بانی کا کیا علاج کہ سرخی جمائی جا رہی ہے کہ ”ہرولی مرید کی الخ“ پر نقل
 کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہرولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جھوٹے
 پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

”ملفوظات“ کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے ناقل ہیں اور
 ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھاوے چنانچہ یہ واقعہ حضرت علامہ احمد بن مبارک
 سلجھاسی نے ”الابریز“ عربی (مطبوعہ مصطفیٰ البانی، مصر) کے ص ۳۴ پر نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کا ملین کیلئے کشف کے
 منکر ہیں مگر اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کے لئے پیشمار اشیاء کو
 منکشف فرمادیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل بھی نہیں ہوتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد باری تعالیٰ :

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الایۃ)

کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو ملکوت سماوی وارضی کا مشاہدہ کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو بدکاری میں مصروف دیکھا۔

آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا، پھر دوسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ابراہیم! تم مستجاب الدعوات ہو، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔“ ۲۴

انصاف سے بتائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائیگا؟ امیر شاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشمِ عبرت سے پڑھئے :-

”شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین مختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادارک بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔“ ۲۵

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے :-

”ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا، اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔“ ۲۶

ایمان سے کہئے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کو بھی مافی الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لہک لہک کر بیان کرتے ہیں؟ آخر کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان کرنا تھی، جن لوگوں کو غوثِ زمانہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کشف پر اعتراض ہے، حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا۔ اظہارِ کشف مقصود نہ تھا وہ عبداللہ خاں صاحب کے عورتوں کے رحموں میں جھانک کر لڑکائی لڑکی معلوم کر لینے پر معترض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک ادھ مرتبہ کانہ تھا” آپ فرما دیا کرتے تھے“ کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تفسیر مظہری عربی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ج ۳، ص ۲۵۷
حکایات اولیاء، دارالاشاعت، کراچی، ص ۲۷
ص ۲۰۰

۲۴- ثناء اللہ پانی پتی، قاضی :

۲۵- اشرف علی تھانوی، مولوی :

۲۶- ایضاً :

نماز میں غیر عورت کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ”فتاویٰ رضویہ“ ج ۱ ص ۷۵-۷۴ پر فرمایا:

نماز میں بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز وضو میں کوئی خلل نہیں، اگر قصد ابھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (پمفلٹ)

اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کے لئے اصل عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

”نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز وضو میں خلل نہیں، مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جب کہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصد ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔“ ۷۷

حیرت ہے کہ اس صاف اور صریح عبارت میں مذموم عزائم کے پیش نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ”نظر جا پڑے“ اس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و ارادہ کے بغیر نظر پڑ جائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں صراحت کے ساتھ کیا ہے، مگر یہ صاحب ”دیکھنے میں کوئی حرج نہیں“ کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قصد دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ پھر انہوں نے تصریح فرمادی کہ عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصد ایسا کرے تو سخت گناہ ہے۔ اس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی پر افتراء کیا جا رہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے فالی اللہ المشتکی۔

اب لگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کر لیں۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:-

”مسئلہ: کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل

ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے اسی طرح عورت کو

عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔“ ۷۸

فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۷۵

بہشتی گوہر حصہ یازدہم، ملک دین محمد، لاہور، ص ۱۶

۷۲ امام احمد رضا بریلوی، امام:

۷۸ اشرف علی تھانوی، مولوی:

اب اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی چادر باندھ کر نہالے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا، تاکہ میں غسل کر لوں تو وہ واجب کا تارک ہو گا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہو گا۔

(۱۱)

نماز میں عضو مخصوص کے تناؤ سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا تقویٰ بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں ،
”المیزان“ احمد رضا نمبر ص ۲۳۴ :-

”امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیر میں بعد تشهد ”حرکتِ نفس“ سے میرے انگر کھے کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشهد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کر اکر اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔“
(پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہاء اس سے بڑھ کر کیا ہو گی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سرپیٹ کر رہ جاتی ہیں، انگر کھا شیردانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے، مولوی فیروز الدین صاحب اردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں :

”انگر کھا (ان گر کھا) ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا“ ۹۷

اور نفس (فاء کے فتح کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاسِ انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشهد پر پوری ہو چکی تھی، پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی۔ مگر بُرا ہو بد بینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی چکر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ عضو مخصوص اور ازار بند کس لفظ کا معنی ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو ”بہشتی زیور“ کا بابِ طب پڑھ لیجئے یا ”دیوبندی حکایاتِ اولیاء“ کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان مل جائے گا، ذرا ملاحظہ کیجئے :

”مولانا (نانو نوی صاحب) پتوں سے سنتے بولتے بھی تھے اور جلال الدین

صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اُس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اتارتے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔“ ۳۰

”حکایات اولیاء“ ص ۳۳۹ اور ”تذکرۃ الرشید“ (مطبوعہ مکتبہ بحر العلوم کراچی) ج ۲، ص ۲۸۹ کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے روابط کا اندازہ ہو جائے گا، مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی حجاب محسوس ہوتا ہے۔

(۱۲)

”اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔“

مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب حسین رضا، ص ۲۴)

علماء اہل سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے ہمیشہ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

”حدائق بخشش“ حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ”وصایا شریفہ کے مرتب مولانا حسین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو ”قہر ننداوندی“، مطبوعہ ممبئی ۱۳۵۵ھ اور ”ضمیمہ ایمان افروز وصایا“ میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا:

”اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔“

اصل عبارت یہ تھی :-

”زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا، یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔“

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے، اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو شود سبب خیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سننی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ص ۲۴ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔ ۱۳۵ھ

مخالفین اس کے باوجود بار بار اس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذلك۔

(۱۳)

”اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔“

شاہ احمد نورانی صاحب کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، ”سوانح اعلیٰ حضرت“ ص ۱۴۸:

عیاں ہے شان صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتنی جب کہ خیر الا تقیاء تم ہو

(پمفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقویٰ میں شان صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو خلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسمعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”یہ دونوں بزرگ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ

ضمیمہ وصایا شریف (طبع مرید کے) ص ۵۳

۳۱۔ یسین اختر اعظمی، مولانا:

تعالیٰ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جاں نثار تھے۔“ ۳۲
 دونوں بزرگ تو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود سید صاحب
 کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیر ی صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں
 یہ اشعار بھی ہیں۔

صدق میں ثانیِ اثنین کی مانند قوی
 جد اور جہد میں اسلام کے ثانیِ عمر
 شرم میں حضرت عثمان سا جوں بحرِ حیا
 اور صفِ جنگ میں ہم طرزِ علی صدر ۳۳

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سید صاحب نے خلفاء راشدین کی شان
 پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ
 پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلو مذموم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے
 ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
 اس مسیحائی کو دیکھیں ذریٰ ابنِ مریم ۳۴
 انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟
 قبولیت اسے کہتے ہیں، مقبول ایسے ہوتے ہیں
 عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی
 (ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور
 خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟

حیاتِ سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵

حیاتِ سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵

مرثیہ، مطبعہ بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳

۳۲۔ محمد جعفر تھانیر ی :

۳۳۔ محمد جعفر تھانیر ی :

۳۴۔ محمود حسن، مولوی :

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت تھی
ہستی گر نظیر ہستی محبوبِ سبحانی
وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدمبوسی کی گر ٹھانی

(ص ۱۶)

قسم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی ! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب کو
صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیر باد کہہ دیتا
ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

مدرسہ دیوبند کے مدرسِ اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم
نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے اشعار ملاحظہ
ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے

سامریانِ زمانہ سے چچایا دیں کو
میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ عمراں دونوں ۵
قاسم خیر و رشید احمد ذیشان دونوں
ہیں مسیحائے زماں یوسفِ کنعاں دونوں

(ص ۴)

دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسیٰ عمران، مسیحائے زماں اور

یوسفِ کنعاں کہا جا رہا ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلك۔

اسی پر بس نہیں، یہاں تک کہہ دیا

وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم
رکھتے عیسیٰ سے ہیں یہ مہدی دوراں دونوں

(ص ۲)

یعنی یہ دونوں مہدی دوراں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء حبیبِ خدا ﷺ کے درمیان تھا وہی ان

۳۵۔ محمود حسن، مولوی : قصیدہ مدحیہ، بلالی پریس ساڈھورد، ص ۲

۳۵۔ محمود حسن، مولوی :

دونوں کے درمیان ہے، دل تھام کر بتائیے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے؟

(۱۴-۱۵)

آخر میں تجانب اہل سنت اور مسلم لیگ کی ذریعہ نخبیہ درمی کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی و انفرادی رائے پر مبنی ہیں، جمہور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۱۲۹/ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

”تجانب اہل السنہ“ کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔“

سید احمد سعید کاظمی

یاد رہے کہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے۔ اس کے برعکس علماء دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کڑی حامی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

☆ مقدمہ ”اکابر تحریک پاکستان“ از جناب سید محمد فاروق القادری۔

☆ ”تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء“ از چوہدری حبیب احمد۔

☆ ”علامہ محمد اقبال اور پاکستان“ از جناب راجا رشید محمود۔

جہاں تک علماء اہل سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریک

پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیائی کانفرنس، بنارس ۱۹۴۶ء، تحریک پاکستان کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

خطبات آل انڈیائی کانفرنس	از	مولانا جلال الدین قادری
تحریک آزادی ہند اور السواد الا عظم	از	پروفیسر محمد مسعود احمد
اکابر تحریک پاکستان، دو جلد	از	محمد صادق قصوری ۳۶

۳۶ زیر نظر مقالہ پہلی بار، عفر المظفر ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء میں انجمن رضائے مصطفیٰ، چاہ میرال، لاہور نے شائع کیا تھا۔

تقدیس الوہیت----- اور امام احمد رضا بریلوی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز چودہویں صدی ہجری کے وہ یکتائے روزگار عالم دین ہیں کہ تبحر علمی، وسعت علوم، قوت استدلال اور کثرت تصانیف میں ان کے معاصرین سے لے کر آج تک دنیا بھر میں کوئی ان کا مد مقابل دکھائی نہیں دیتا۔ پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں ان کی تصانیف ہمارے دعوے پر شاہد عادل ہیں، جس موضوع پر قلم اٹھایا اس پر دلائل کے انبار لگا دیے، ان کی کسی بھی تصنیف کا مطالعہ کر لیجئے یوں محسوس ہوگا کہ ایک عرصہ کی تحقیق اور مطالعہ کے بعد یہ تصنیف تیار ہوئی ہوگی، حالانکہ وہ جس موضوع پر لکھتے تھے قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی رضا و خوشنودی کے پیش نظر لکھا، نام و نمود سے قطعاً غرض نہ رکھی، یہی وجہ تھی کہ ان کی تصانیف مکمل طور پر آج تک شائع نہیں ہو سکیں، ورنہ وہ چاہتے تو اپنے صاحب ثروت عقیدتمندوں سے امداد لے کر اپنی زندگی میں ہی اپنی تمام تصانیف شائع کروا دیتے، ایک دفعہ کسی امیر کبیر عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی جسے آپ نے قبول کر لیا، ایک صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اب تو فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا انتظام ہو جائے گا، یہ بات آپ کے گوش گزار کی گئی تو آپ نے دعوت ہی منسوخ کر دی، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص ضائع نہیں جاتا، اخلاص ہی کی برکت ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور محققین ان کی نگارشات اور ان کے کارناموں کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی کام کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ بے شک

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ

”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔“

آج جب کہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی پر بہت کام ہو چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی تحقیقات کے بہت سے پہلوؤں پر کام کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ ضرورت

اس امر کی ہے کہ قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو آپ کی تمام تصانیف کا جائزہ لے اور ان پر تحقیق کرے، اور اس تحقیق کو اردو، عربی، اور انگریزی میں شائع کیا جائے، تب علمی دنیا کو امام احمد رضا بریلوی کے علمی مقام سے صحیح طور پر روشناس کرایا جاسکے گا۔

امام احمد رضا بریلوی نے تمام عمر فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیا، ان کی نادر تحقیقات ”فتاویٰ رضویہ“ کی بارہ جلدوں میں دیکھی جاسکتی ہیں، اس کے علاوہ ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، سید العالمین ﷺ کی محبت کی شمعیں فروزاں کیں اور ناموس الوہیت اور عظمت رسالت کی حفاظت کے لئے مردانہ وار علمی اور قلمی جہاد کیا، یہ وہ کارنامے ہیں، جنہیں ان کے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، اور ان موضوعات پر کافی تحقیق بھی کی جا چکی ہے۔

آج کی اس بابرکت نشست میں مختصر طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تجمید کے بارے میں بھی کچھ کم کام نہیں کیا، اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔

حضرات گرامی!

﴿كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ لِّإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ كَانَتْ كِي وَهُوَ عَظِيمٌ﴾ اور پیش بہا نعمت ہے جس کو تصدیق و ایقان اور تسلیم و رضا سے قبول کر کے پڑھتے ہی کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا مستحق، ابدی نعمتوں کا حق دار قرار پاتا ہے۔ لیکن مسلمان کی زندگی میں یہ پہلا مرحلہ ہے۔

﴿دوسرا مرحلہ جو تمام زندگی پر حاوی ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے زیادہ محبت و عقیدت اور وابستگی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ سے ہو۔

مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس کسی سے والمانہ محبت ہو اس کے حق میں معمولی سی توہین و تنقیص برداشت نہیں کر سکتا، تو جس ذات اقدس پر ایمان لایا ہے اور جس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کی ہے اس کے بارے میں ذرہ سی گستاخی، معمولی سی توہین کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اگر برداشت کر سکتا ہے تو وہ دعوائے محبت و ایمان میں جھوٹا ہے، محبت کا تو

بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ آدمی اپنی جان کی بازی لگا دے مگر محبوب حقیقی کی آن پر حرف نہ آنے دے۔

☆ بندۂ مومن کی زندگی کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام اور فرامین پر دل و جان سے عمل پیرا ہو اور اسے اپنی سعادت جانے۔ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ رباعی پڑھا کرتی تھیں۔

بَعْصَى الْإِلَٰهَ وَ أَنْتَ تَظْهَرُ حَبَّهٗ

هَذَا لِعَمْرِي فِي الْفِعَالِ بَدِيعُ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

☆ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔

☆ زندگی دینے والے کی قسم! یہ طرز عمل تو نہایت عجیب ہے۔

☆ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو رب کریم کی اطاعت کرتا۔

☆ سچا محبت تو محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

آئیے اس مسلمہ حقیقت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیات مبارکہ کا جائزہ لیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۰/ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے،

آپ نے اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیت کریمہ سے استخراج فرمائی:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی

طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی۔“

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”محمد اللہ تعالیٰ مچھن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور

بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے،

اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔“

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

حمد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہو گا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - دوسرے پر لکھا ہو گا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ - جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - اور بحمد اللہ ہر بد مذہب پر فتح پائی ۔
یہ نعمتِ عظمیٰ اور یہ سعادتِ کبریٰ اللہ تعالیٰ کے حبیب، سید الانبیاء ﷺ کے ذریعے سے میسر ہوئی۔

اے رضا یہ فیض ہے احمد پاک کا

ورنہ ہم کیا جانتے خدا کون ہے؟

ظاہر ہے کہ جس کے دل پر ایمان نقش ہو چکا ہو وہ عظمتِ الہی جل مجدہ اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کے لئے شمشیر بے نیام ہو گا اور معمولی سی گستاخی برداشت کرنے کا روادار نہیں ہو گا، یہی امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابِ زندگی کا طرہ امتیاز ہے۔
عملی طور پر دیکھئے تو امام احمد رضا بریلوی کی زندگی، اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی اکرم سرورِ دو عالم ﷺ کی تعلیمات اور سنتوں کی آئینہ دار ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید کے بارے میں کیا علمی اور قلمی کام کیا ہے؟ اس کی ہلکی سی جھلک آپ اس مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے، ورنہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار ہو سکتا ہے۔

قدیم فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا تو علماء اسلام نے اس کے غیر اسلامی افکار و نظریات کا رد کیا، امام حجۃ الاسلام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تہافت الفلاسفہ“ میں ایسے بیس مسائل منتخب کر کے ان پر تنقید کی، بعد میں امام فخر الدین رازی اور دیگر علمائے اسلام نے فلاسفہ کی خرافات کو ہدف تنقید بنایا، دینی مدارس کے نصاب میں فلسفے کی کتابیں داخل کرنے کا مقصد ایک تو ان کی اصطلاحات سے واقفیت تھی، دوسرا مقصد یہ تھا کہ ان کے مخالف اسلام نظریات کا کھل کر رد کیا جائے۔

تاہم داخل نصاب کتب کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان سے دوسرا مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۳۸ھ میں

احمد ظفر الدین بہاری، ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت (طبع کراچی)

”الكلمة الملہمة“ لکھ کر اس ضرورت کو پورا کر دیا، اس میں انہوں نے فلاسفہ کے اکتیس مسائل منتخب کئے، جنہیں خود ان کے مسلمہ دلائل سے روکیا۔

مقام اول میں فرماتے ہیں :

”اللہ عزوجل فاعل مختار ہے، اس کا فعل نہ کسی مرتج کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ لَّهُ الْخَيْرَةُ ۝ یونہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرتج کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک نظافت کے، دونوں میں ایک ساپانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اٹھالے گا۔۔۔ پھر اس فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کے ارادہ کا کہنا؟“

اس گفتگو کا ہدف فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف برابر ہے، لہذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے ترجیح نہیں دے سکتا، ورنہ ترجیح بلا مرتج لازم آئے گی جو محال ہے۔ اس باطل نظریے پر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معقول اور مدلل انداز میں بھرپور تنقید کی ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے لائق ہے۔

دوسرے مقام میں فلاسفہ کے اس نظریے پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا، باقی تمام جہان عقول کا پیدا کردہ ہے، امام احمد رضا بریلوی نے اسلامی عقیدہ یوں بیان کیا ہے۔

”عالم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعل مختار۔۔۔۔۔ فاعل مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار۔۔۔۔۔ یہ مسئلہ بھی نگاہ ایمان میں بدیہیات سے ہے اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضہ وجود کرے، دو حرف اس پر بھی لکھ دیں کہ راہ ایمان سے یہ کاشا بھی باذنہ عزوجل صاف ہو جائے۔“

الکلمۃ الملہمة (طبع ملتان) ص ۸

۲۲ احمد رضا بریلوی، امام :

الکلمۃ الملہمة، ص ۲۲

۳۱ ایضاً :

اس کے بعد اس عقیدہ باطلہ کو بارہ وجوہ سے رد کیا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو وہ دانش ایمانی و نورانی عطا فرمائی تھی جس کے سامنے کوئی باطل نظر یہ نہیں ٹھہر سکتا تھا، ہندوستان کے معروف محقق اور قلم کار جناب شبیر احمد خاں غوری نے بجا طور پر اس کتاب کو ”عہد حاضر کا تہافتہ الفلاسفہ“ قرار دیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فلسفہ قدیمہ کے رد میں ”الکلمۃ الملہمۃ“ اور فلسفہ جدیدہ (سائنس) کے رد میں ”فوز مبین“ لکھی، ان دونوں کتابوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

مسلمان طلباء پر دونوں کتابوں کا بغور بالاستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفہ مزخرفہ کی شاعتوں، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں اور بعونہ تعالیٰ عقائد حقہ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں۔
چند خوانی حکمت۔ یونانیاں حکمت۔ ایمانیاں راہم مخوال

مسئلہ امکان کذب

اللہ تعالیٰ جل مجدہ واجب الوجود ہے، اس کی صفات اس کی ذات کریم کے لئے اس طرح ثابت ہیں کہ جدا نہیں ہو سکتیں، اللہ تعالیٰ کا کلام یقیناً صادق ہے، تو جس طرح صفت کلام اس سے جدا نہیں ہو سکتی اسی طرح سچائی اس کے کلام سے جدا نہیں ہو سکتی، لازمی بات ہے کہ اس کے کلام کے جھوٹا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سلف سے لے کر خلف تک اہل اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے، لیکن ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر اعتقادی فتنوں نے سر اٹھایا، وہاں یہ فتنہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھا، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟ چنانچہ اس عقیدہ باطلہ کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، رفعت شان اور قدوسیت کے بیان کے لئے چھ رسائل تحریر کئے:

۱- سُبْحَنَ السُّبُوْحِ عَنِ عَيْبِ كَذِبِ مَقْبُوْحٍ -
جھوٹ ایسے قبیح عیب سے سُبُوْحِ و قدوس کی ذات پاک ہے۔

۲- مَرْقِ تَلْبِيسِ اِدْعَائِي تَقْدِيسِ -

دعوائے تقدیس کے فریب کا پردہ چاک

۳- اَلْهَيْبَةُ الْجَبَّارِيَّةُ عَلٰى جَهَالَةِ الْاَخْبَارِيَّةِ -

اخباری جہالت پر رب جبار کی ہیبت۔۔۔۔۔ اخبار نظام الملک کے ضمیمہ کارو۔

۴- پیکانِ جانگداز بر مکذبانِ بے نیاز۔

بے نیاز ہستی کی تکذیب کرنے والوں پر ہلاکت آفریں تیر۔

۵- دَامَانَ بَاغِ سُبْحَنِ السُّبُوْحِ -

سُبْحَنِ السُّبُوْحِ کے باغ کا دامن (ضمیمہ)

۶- اَلْقَمْعُ الْمُبِينُ لِآمَالِ الْمُكْذِبِيْنَ :

تکذیب کرنے والوں کی امیدوں کی واضح پامالی

۱۳۰۷ھ میں میرٹھ سے ابو محمد صادق علی مداح نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں استفتاء کیا کہ آج کل گنگوہ اور دیوبند کے علماء مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا تحریری اور تقریری طور پر اعلان کر رہے ہیں، ”براہین قاطعہ“ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے چھپی ہے، جس کی تصدیق و تائید مولوی رشید احمد گنگوہی نے اول سے آخر تک بغور پڑھ کر کی ہے، اس میں لکھا ہے:

”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدامت میں

اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید جائز ہے یا نہیں؟“

سوال یہ ہے کہ یہ عقیدہ کیا ہے؟ اور اس کے قائل کے پیچھے نماز درست ہے یا

نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس استفتاء کا جواب بڑے سائز کے ایک سوچھ

صفحات کے رسالے کی صورت میں دیا، اور اس کا تاریخی نام رکھا:

سُبْحَنِ السُّبُوْحِ عَنِ عَيْبِ كَذِبِ مَقْبُوْحِ (۱۳۰۷ھ)

”ذاتِ سُبُوْحِ جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے۔“

یہ رسالہ مبارکہ ایک مقدمہ، چار تنزیہوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ :

اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اسلامی عقیدہ۔

تنزیہ اول :

جلیل القدر علماء اسلام کی تمیں عبارات نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کے محال ہونے پر تمام اہل سنت، اشاعرہ اور ماترید یہ ہی نہیں بلکہ معتزلہ کا بھی اجماع ہے۔

تنزیہ دوم :

کذب باری تعالیٰ کے محال صریح ہونے پر تمیں دلیلیں، جن میں سے پانچ ائمہ کرام اور علمائے عظام نے بیان کیں اور پچیس دلیلیں امام احمد رضا بریلوی نے پیش کیں۔

تنزیہ سوم :

مولوی اسماعیل دہلوی کے رسالہ یک روزی پر چالیس تازیانے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کے ممکن ہونے کا شوشہ اسی نے چھوڑا تھا۔

تنزیہ چہارم :

براہین قاطعہ میں کہا گیا کہ امکان کذب، خلف و عید کی فرع ہے اس کے رد پر دس قاہرہ دلیلیں، ضمناً بیان کئے گئے دلائل بھی شمار کئے جائیں تو اکیس دلائل قاہرہ۔

خاتمہ :

امکان کذب کے قائلین کا حکم اور وہ یہ کہ ان کی صحبت کو آگ سمجھیں ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو دوبارہ پڑھیں۔ علمائے دین کی ایک جماعت کے مطابق ان پر متعدد وجوہ سے کفر لازم، مگر ہم محتاط علماء کی روش پر چلتے ہوئے انہیں کافر نہیں کہتے۔

اس موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کی جملہ تصنیفات کا مطالعہ کر لیجئے، ہر جگہ یقین

راسخ کا جلوہ دکھائی دے گا، اور ایمانی انوار پھوٹتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک عام فہم دلیل آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

”کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کیجئے۔۔۔۔۔ بہت خوش نصیب، ذی عقل، لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید عالم، سرور اکرم ﷺ دیکھ کر ایمان لائے۔۔۔۔۔ کہ لیسَ هَذَا وَجْهَ الْكَذَّابِينَ یہ منہ جھوٹ بولنے کا نہیں۔۔۔۔۔ اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا، جس پر خونی بہار دو عالم نثار ﷺ۔۔۔۔۔ اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے۔۔۔۔۔ واللہ! اگر آج حجاب اٹھادیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی۔۔۔۔۔ مخالف اسے دلیل خطائی کہے، کہے، مگر میں اسے حجت ایتقانی کا لقب دیتا اور مسلمان کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں یَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ - یَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (جس دن بچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔۔۔۔۔ جس دن مال کام آئے گا نہ بیٹے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلب سلیم لے کر حاضر ہوا)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ دلائل دینے پر آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل و براہین کا سیل رواں جاری ہے، تنقید کرتے ہیں تو مد مقابل بے بس، لاچار اور دم نخود کھڑا نظر آتا ہے، تازیانے برساتے ہیں تو جلال کی بجلیاں چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں کہیں ناصحانہ اور مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو حریر و پرنیاں کا سماں باندھ دیتے ہیں، غرض یہ کہ وہ ہر انداز اور ہر حربہ اختیار کرتے ہیں، تاکہ مخالفین میرے رب قدوس پر امکان کذب کا دھبہ لگانے سے باز آجائیں، نصیحت کا انداز ملاحظہ ہو! جس میں اولیٰ چاشنی بھی ہے اور اخلاص کی حلاوت بھی، فرماتے ہیں:

”ہاں اے وہ سوراخو! جو سر کے دونوں طرف گوہر سماعت کا کان بنے ہو۔۔۔۔۔ جس پر ہوا کی موجیں نیسانِ سخن سے بارور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی۔۔۔۔۔ اور ان قدر تپتی سپیوں میں اُن ننھی ننھی

بوندیوں سے سُننے کے موتی ہناتی ہیں۔۔۔۔۔ کیا تم میں کوئی الْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (جو کان لگائے اور حاضر دل والا ہو) کے قابل نہیں؟

ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو! جو سینے کے بائیں پہلوؤں میں ملکِ بدن کے تخت نشین ہو۔۔۔۔۔ جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی، کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے۔۔۔۔۔ اور خرد کے وزیر، فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں۔۔۔۔۔ کیا تم میں کوئی يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (جو بات کو سنتے ہیں اور بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں) کا قائل نہیں؟

جان بر اور! یقین جان، تھب باطل و اصرارِ عاقل کا وبال شدید ہے۔۔۔۔۔
آج نہ کھلا توکل کیا بعید ہے؟ ۵۸

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں لکھ دیا کہ :

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو

کر ڈوں نبی و ولی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے“

اس پر بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تنقید کرتے ہوئے

کہا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی تمام صفاتِ کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں :

”آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کا ہے پر چھڑی تھی، ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور

سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرم الاولین والآخرین ﷺ کا مثل و ہمسر، حضور

کی جملہ صفاتِ کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم

النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل، مستلزمِ کذب

الہی اور کذبِ الہی محالِ عقلی۔

عَنْ مُنْزَرَةٍ عَنِ شَرِيكِ فِي مَحَاسِنِهِ

فَجَوَّهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٍ

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذب الہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہو جائے ۹

شمید جزیرہ انڈیمان، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تقویۃ الایمان“ کی مسئلہ شفاعت اور امکان نظیر سے متعلق عبارت کے رد میں پہلے تین چار صفحات لکھے، مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ”یکروزہ“ میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی تو ”تحقیق الفتوی“ لکھی، اس کے جواب میں مولوی حیدر علی ٹونگی نے کچھ لکھا تو علامہ نے عظیم الشان کتاب ”امتناع النظیر“ لکھی، اس کتاب کی عظمت و جلالت اور دلائل کی قوت و فراوانی کا یہ عالم ہے کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔

کچھ ایسا ہی حال امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف جلیل ”سبحان السبوح“ اور دیگر رسائل مبارکہ کا ہے کہ آج تک کسی کو ان کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہو سکی، کہنے دیجئے کہ ان دونوں نابغہ روزگار ہستیوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا انسانی ہمت و طاقت کے مطابق حق ادا کر دیا۔

لدھیانہ کے مولوی محمد بن عبدالقادر نے ایک رسالہ تقدیس الرحمن عن الکذب والنقصان لکھا اور اس میں امکان کذب کا دلائل سے سخت رد کیا، حالانکہ وہ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ”انوار ساطعہ“ میں لکھا:

”کوئی جناب باری عز اسمہ، کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے۔“

اس کا جواب دیتے ہوئے ”براہین قاطعہ“ میں کہا گیا کہ ہم نے یہ کوئی نیا مسئلہ تو نہیں نکالا خلف و عید میں تو قدیم اختلاف چلا آرہا ہے، اس سے پہلے گزر چکا کہ اول تو محققین اس کے قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ شد و مد سے امکان کذب کا انکار کرتے ہیں، پھر یہ

جواب کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ ---- خلف و عید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی ہے انہیں معاف فرمادے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار مجرموں کو معاف فرمادے گا، اب اگر خلف و عید کا معنی جھوٹ ہے تو معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو جائے گا، یقینی بات ہے کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ واقع ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من هذه العقيدة الخبيثة، اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہو گا اور کیا گمراہی ہو گی؟

مولانا نذیر احمد خاں لکھتے ہیں:

رسالہ ”صيانة الناس“ مطبوعہ حدیقتہ العلوم، میرٹھ ۱۳۰۸ھ کے آخری ورق میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا اونکے مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے۔

”بعض علماء وقوع خلف و عید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف و عید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو سو وہ گاہ و عید ہوتا ہے، گاہ و وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو مستلزم ہے، اگر انسان ہو گا تو حیوان بالضرور ہو گا، لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو، پس بناءً علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔“

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی دیکھئے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا۔ یاد رہے کہ ”براہین قاطعہ“ دراصل مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف تھی جو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔

حکیم عبدالحی لکھنوی، مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبراهین القاطعة فی الرد علی الانوار الساطعة للمولوی

امطار الحق (طبع ممبئی) ص ۳۱

۱۰۔ نذیر احمد خان، مولانا:

عبدالسمیع الرامفوری ، طبع باسم الشیخ خلیل احمد
السہارنپوری الہ

مولوی عبدالسمیع رامپوری کی تصنیف ”انوار ساطعہ“ کا رد ”براہین قاطعہ“ یہ
کتاب مولوی خلیل احمد سہارنپوری کے نام سے چھپی۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ) بہاولپور میں مدرس
تھے، جو نہی ”براہین قاطعہ“ چھپی، اس کی قابل اعتراض عبارات کی بناء پر علماء اہل سنت نے
شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ قصور کے نامور عالم، فاضل جلیل مولانا غلام دستگیر قصوری نے
انبیٹھوی صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیا، ماہ شوال ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور جا کر مناظرہ کیا اور
مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش دی، مناظرے کے حکم نواب محمد صادق عباسی،
والئی ریاست بہاولپور کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام فرید، چاچڑال شریف تھے، انہوں
نے فیصلہ دیا کہ دیوبندی علماء کے عقائد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں جو برصغیر میں خلفشار کا
باعث بنے ہوئے ہیں، اس فیصلے کے بعد نواب صاحب نے مولوی خلیل احمد کو ریاست سے
نکل جانے کا حکم دے دیا۔

اس مناظرہ کی روداد ”تقدیس الوکیل“ کے نام سے چھپ چکی ہے، جس پر علماء
حرین شریفین کے علاوہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور حضرت حاجی امداد اللہ
مہاجر مکی کی تصدیقات مثبت ہیں۔ ۱۲

استاذ زمن مولانا احمد حسن کانپوری نے امکان کذب کے رد میں رسالہ مبارکہ
”تنزیہ الرحمن عن شائبۃ الکذب والنقصان“ لکھا، اس کے جواب میں مولوی محمود
حسن دیوبندی نے ”جهد المقل“ دو جلدوں میں لکھی، جس میں انہوں نے نہ صرف
جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ممکن قرار دیا، بلکہ تمام عیوب اور قبائح کو ممکن قرار دے دیا۔
چنانچہ لکھتے ہیں:

”افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ، مقدور باری، جملہ اہل حق
تسلیم فرماتے ہیں، کیونکہ خرابی ہے تو اُون کے صدور میں ہے، نفس

نزہۃ الخواطر (طبع کراچی) ج ۸، ص ۱۵۱

۱۱۔ عبدالحی لکھنوی، مؤرخ:

تذکرہ اکابر اہل سنت (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۳۰۸

۱۲۔ محمد عبدالکلیم شرف قادری، علامہ:

مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ ۱۳

ایسے ہی ایک قول پر امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی تیز تنقید ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

”کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا

خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی

جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل، احمق، کابل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا، سب کچھ ہونا

ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا بچہ جننا، اونگھنا، سونا

بلکہ مر جانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہو گیا۔

غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں

یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عز و جل پر نقص و عیب محال بالذات ہیں دفعۃً سب

باطل و بے دلیل ہو کر رہ گئے۔ ۱۴

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے عربی میں

الصَّمَامُ الْقَاضِبُ لِرَأْسِ الْمُفْتَرِي عَلَى اللَّهِ الْكَذِبِ

اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے

عُجَالَةُ الرَّأِيبِ فِي امْتِنَاعِ كَذِبِ الْوَاجِبِ

لکھ کر عقیدہ امکان کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چھ قیمتی رسائل لکھ کر

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عظمت و جلالت کے پرچم لہرائے۔ اور اس کی تنزیہ و تقدیس کے

ایمان افروز بیانات سے مسلمانوں کے دلوں کو ہی نہیں دماغوں کو بھی روشن کر دیا۔ ان کے

باطل شکن دلائل کا مطالعہ کرتے وقت روح پر اہترازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، بلاشبہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور دیگر عیوب و نقائص کو ممکن مان کر بلند بانگ دعوے

کرنے والوں کے منہ میں لگام دیدی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر بے شمار رحمتیں نازل

فرمائے۔ ۱۵

۱۲۔ محمود حسن، دیوبندی: جہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ۱ ص ۴۱

سبحان السبوح، ص ۴۶

۱۳۔ امام احمد رضا خاں بریلوی: امام:

۱۴۔ زیر نظر مقالہ ۲۰ اگست ۱۹۹۲ء کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام امام احمد رضا بریلوی

کافر نس، منعقدہ تاج محل ہوٹل کراچی میں پڑھا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام احمد رضا بریلوی --- اور ردّ قادیانیت

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین !
 امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) چودھویں صدی
 کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے نامور مفتی اور محدث ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی
 عقائد اسلامیہ کا پرہ دیتے ہوئے گزاری، ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ
 کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ اسلام کی عزت و حرمت اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے مقام و ناموس کے
 مقابل کسی بڑے سے بڑے صاحبِ جبّہ و دستار کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کے بے لاگ
 فتووں اور غیرت ایمانی میں ڈوبی ہوئی تنقیدوں کو بعض طبقے شدت سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن
 انصاف پسند حضرات جب معاملے کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں، تو انہیں ان کے
 فیصلوں کی تصدیق کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مرزائیت موجودہ صدی میں اسلام کے خلاف وہ خوفناک سازش ہے جو ملتِ
 اسلامیہ کے لئے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف
 مرزائیت کے خلاف علمی اور قلمی جہاد کیا، بلکہ مرزائیت نوازوں کے خلاف بھی شمشیر بے
 نیام ثابت ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار اور گمراہ فرقے سچے خدا کو
 نہیں مانتے، اور جس خدا کا ذکر کرتے ہیں، وہ ان کا خود ساختہ خدا ہے، مرزائیوں کے خود
 ساختہ خدا کے کیا اوصاف ہیں؟ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

”قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے:

--- جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کہا، ان سے جھوٹی پیشین گوئیاں
 کہلوائیں۔

--- جس نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ایسے کو عظیم الشان رسول بنایا
 جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں، بلکہ اس کی نفی نبوت پر دلیل قائم جو
 (خاک بدہن ملعونوں) ولد الزنا تھا۔

☆ جس کی تین داویاں، نانیاں زناکار کسبیاں، ایسے کو (خدا مانتا ہے)
 ☆ جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ
 کے بنایا اور اس پر فخر کی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی
 نشانی ہے؟

☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے)

☆ جس نے ایک بد چلن عیاش کو اپنا نبی کیا۔

☆ جس نے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا۔

☆ جس کے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔

☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جو اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک بار

دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے۔

☆ وہ جس نے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات، قابل نفرت

حرکات، جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا۔

☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے اپنا سب سے پیارا روزی خاتم النبیین

دوبارہ قادیان میں بھیجا، مگر اپنی جھوٹ، فریب، تمسخر ٹھٹھول کی چالوں

سے اس کے ساتھ بھی نہ چوکا، اس سے کہہ دیا:

تیری جو رو کے اس حمل سے بیٹا ہو گا جو انبیاء کا چاند ہو گا، بادشاہ اس کے

کپڑوں سے برکت لیں گے، بروزی بے چارہ اس کے دھوکے میں آکر اسے

اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا، اسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی

اوڑھنے کے لئے یہ جل دیا اور جھٹ پٹ میں الٹی یہ کل پھرادی، بیٹھی بنا دی،

بروزی بے چارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا۔

اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا

دم نکال دیا، نہ نبیوں کا چاند بننے دیا، نہ بادشاہوں کو اس کے کپڑوں سے برکت

لینے دی۔

غرض کہ اپنے چہیتے بروزی کا کذاب ہونا خوب اچھا لا اور اس پر مزید یہ کہ

عرش پر بیٹھا اس کی تعریفیں گارہا ہے۔ ۲

مرزائے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو محمدی بیگم کی وجہ سے سخت دھچکا لگا، بقول مرزائے قادیانی اسے الہام ہوا کہ اپنی رشتے کی بہن احمدی بیگم کی بیٹی محمدی بیگم سے نکاح کا پیغام بھیجو، مرزائے جھٹ پیغام بھیج دیا اور تشہیر بھی کر دی کہ میرا نکاح محمدی بیگم سے ہو کر رہے گا، اس کی بد قسمتی کہ پیغام نکاح رد کر دیا گیا، منت سماجت بھی کی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، مرزا صاحب دھمکیوں پر اتر آئے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا تو اڑھائی سال میں اس کا باپ مر جائے گا اور تین سال میں اس کا شوہر ہلاک ہو جائے گا یا اس کے برعکس ہوگا۔

ان سب کوششوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے سنئے!

”اب قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سو جھی، چٹ بروزی (مرزا) کو وحی پھنٹادی کہ زَوْجِنَا كَهَا مُحَمَّدِي (بیگم) سے ہم نے تیرا نکاح کر دیا، اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی (بیگم) کہاں جا سکتی ہے؟ یوں جل دے کر بروزی مرزا کے منہ سے اسے اپنی منکوحہ چھپو ا دیا، تاکہ وہ حد بھر ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اس کی جو رو اور اس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں، یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہو اور ہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت و خواری و بے عزتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہوا۔“

ادھر تو عابد و معبود کی یہ وحی بازی ہوئی، ادھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی اور نہ معبود کی، بروزی جی کی آسمانی جو رو سے بیاہ کر، ساتھ لے، یہ جاوہ جا، چلتا بنا، ڈھائی تین برس پر موت کا وعدہ تھا، وہ بھی جھوٹا گیا، اٹھے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔

یہ ہے قادیانی اور اس کا ساختہ خدا، کیا وہ جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے

ہیں؟ حَاشَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ۳

۲۔ احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۷۴۲

۳۔ احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۷۴۳

مرزائیوں کے احکام

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

☆ قادیانی مرتد منافق ہیں۔۔۔۔۔ مرتد منافق وہ شخص ہے جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے ۴

☆ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے ۵

☆ قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ۶

☆ قادیانی مرتد ہے، اس کا ذبیحہ محض نجس و مردار، حرام قطعی ہے ۷

☆ مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جوڑ چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے ۸

۱۳۳۶ھ میں ایک استفتاء آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزائی سے کر دیا ہے، حالانکہ اسے علم ہے کہ تمام علماء اسلام فتویٰ دے چکے ہیں کہ مرزائی کافر و ملحد ہیں، اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”اگر ثابت ہو کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر و مرتد ہے، علمائے حریم و شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا:

مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ

”جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔“

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں۔

- | | |
|--------------------------------|-----------------------------------|
| ۴۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: | احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۱۲ |
| ۵۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: | احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۲۸ |
| ۶۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: | احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۳۹ |
| ۷۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: | احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۲۲ |
| ۸۔ امام احمد رضا بریلوی، امام: | احکام شریعت (طبع کراچی) ج ۱ ص ۱۷۷ |

☆ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام

☆ مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام

☆ اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام

☆ اس کی قبر پر جانا حرام

۱۳۳۵ھ میں محمد عبدالواحد خاں، مسلم ممبئی اسلام پورہ نے سوال کیا کہ

قادیانیوں سے کس پیرائے میں بحث کی جائے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے، جو

اس کی تصانیف میں برساتی حشرات الارض کی طرح اہلے گہلے پھر رہے ہیں،

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبتہ

طاہرہ پر طعن اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں ان کا

جواب نہیں (اس کے علاوہ متعدد کفر گنوائے)

دوسرا بھاری ذریعہ ان خبیث پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے

روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

۱- لڑکے کی پیدائش کی خبر نشر کی، لیکن لڑکی پیدا ہوئی

۲- محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی کی، لیکن وہ بھی جھوٹی ہوئی۔

غرض اس کے کفر حد و شمار سے باہر ہیں، کہاں تک گئے جائیں؟ اور اس کے

ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں، اور بحث کریں گے تو کاہے میں؟ کہ عیسیٰ علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا، مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح؟ مہدی و

عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد؟ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان

مباحث کا کیا ذکر؟“

۱۳۳۹ھ میں ڈیرہ غازی خاں سے عبدالغفور صاحب نے استفتاء بھیجا کہ ایک

قادیانی کہتا ہے کہ ابن ماجہ شریف کی حدیث کے مطابق ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا،

لاہوری پارٹی کا موقف یہ ہے کہ مرزا وقت کا مجدد ہے، اس کے جواب میں امام احمد رضا

فتاویٰ رضویہ، طبع مبارکپور، ج ۶، ص ۵۱

۹۰ امام رضا ریلوی، امام:

ج ۶، ۳۲-۳۱

۱۰۰ ایضاً:

بریلوی نے تحریر فرمایا :

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے، اور قادیانی کافر و مرتد تھا، ایسا کہ تمام علمائے حرین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی جو گاندھی مشرک کور ہبر، دین کا امام پیشوا مانتے ہیں، گاندھی پیشوا ہو سکتا ہے نہ مجدد اللہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۰ھ میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف ”المعتقد المنتقد“ پر قلم برداشتہ حاشیہ لکھا، اپنے دور کے مبتدعین نوپیدا فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزائے قادیانی کے متعدد کفر گنوائے اور آخر میں فرمایا :

”اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس

کے اور دوسرے تمام وجالوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ ۱۲

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرین شریفین کے علماء اہل سنت کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا، جس میں چند فرقوں اور ان کے عقائد کا تذکرہ تھا، ان میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر تھا ۱۳، اس کے جواب میں حرین شریفین کے علماء نے مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کو کافر قرار دیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور رد مرزائیت میں مستقل رسائل بھی لکھے۔

۱- جزاء اللہ عدوۃ بابائہ ختم النبوة :

اس رسالہ مبارکہ میں عقیدہ ختم نبوت پر ایک سو پچاس حدیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدر ائمہ کی تیس تصریحات پیش کیں۔

۲- المبین ختم النبیین :

اس رسالہ میں بیان فرمایا کہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے ہے، یعنی ہمارے آقا و مولا ﷺ تمام انبیاء کرام کے خاتم ہیں، جو شخص اس استغراق کو نہیں مانتا اسے

فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶، ص ۸۱

۱۱- احمد رضا بریلوی، امام :

المعتقد المنتقد، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور، ص ۲۳۹

۱۲- احمد رضا بریلوی، امام :

حسام الحرمین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۱۵-۷

۱۳- احمد رضا بریلوی، امام :

کافر کہنے کی ممانعت نہیں ہے، اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا ہے، جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص - ۱۴

۳- قہر الدیان علی مرتد بقادیان :

اس میں جھوٹے مسیح، مرزائے قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کر کے عظمت

اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴- السوء والعقاب علی المسیح الکذاب :

۱۳۲۰ھ میں امرتسر سے ایک سوال آیا کہ ایک مسلمان اگر مرزائی ہو جائے تو کیا

اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ

اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں دس وجہ سے مرزائے قادیانی کا کفر بیان کر کے متعدد فتاویٰ کے

حوالے سے یہ حکم تحریر فرمایا :

”یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے

احکام ہیں۔۔۔ شوہر کے کفر کرتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے ۱۵

۵- الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی :

یہ امام احمد رضا بریلوی کی آخری تصنیف ہے جو آپ نے وفات سے چند دن پہلے

تحریر فرمائی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے

”الصارم الربانی علی اسراف القادیانی“ تحریر فرمائی، جس میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کے شیل مسیح ہونے کا زبردست رد

کیا۔ یہ رسالہ سہارن پور سے آنے والے سوال کے جواب میں لکھا گیا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس رسالے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

محمد اللہ! اس شہر (سہارن پور) میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزوجل قادر

ہے کہ کبھی نہ لائے۔ ۱۶

فتاویٰ رضویہ (طبع مبارکپور) ج ۶ ص ۵۸

۱۳- احمد رضا بریلوی، امام :

مجموعہ رسائل رد مرزائیت (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۴۴

۱۵- احمد رضا بریلوی، امام :

مجموعہ رسائل رد مرزائیت (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۲۶

۱۶- احمد رضا بریلوی، امام :

رد مرزائیت میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتووں کو ہر موافق و مخالف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے، پروفیسر خالد شبیر احمد، فیصل آباد، دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اپنی تالیف ”تاریخ محاسبہ قادیانیت“ میں رد مرزائیت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ بڑے اہتمام سے نقل کیا اور فتوے سے پہلے اپنے تاثرات یوں قلم بند کئے:

”اس فتویٰ سے جہاں مولانا کے کمالِ علم کا احساس ہوتا ہے، وہاں مرزا غلام احمد کے کفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی ذی شعور مرزا صاحب کے اسلام اور اس کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ ۱۷

مزید لکھتے ہیں:

”ذیل کا فتویٰ بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے، جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعاوی کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے، یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزانہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔“ ۱۸

بعض غیر ذمہ دار افراد نے محض مخالفت برائے مخالفت کے نقطہ نظر سے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سرو پا باتیں منسوب کر کے غیر حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کیا اور یہاں تک لکھ دیا:

مرزا غلام قادر بیگ جو انہیں (امام احمد رضا بریلوی کو) پڑھایا کرتے تھے، نبوت کے جھوٹے دعویٰ دار مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ ۱۹

امام احمد رضا بریلوی کے ابتدائی استاذ اور مرزائے قادیانی کے بھائی کا نام ایک ہے، جس کی بناء پر یہ مغالطہ دیا گیا، حالانکہ یہ دونوں الگ الگ شخص ہیں۔

حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بھائی مرزا مطیع بیگ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ (بریلی) نے اپنے ایک مقالہ میں اس الزام تراشی کا

تاریخ محاسبہ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۲۵۵

تاریخ محاسبہ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۲۶۰

البریلویہ، عربی، طبع لاہور، ص ۲۰-۱۹

۱۷ خالد شبیر احمد: پروفیسر:

۱۸ خالد شبیر احمد: پروفیسر:

۱۹ احسان الہی ظہیر:

مسکت جواب دیا ہے، ان کا بیان ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ لکھنؤ کے محلہ جھوائی ٹولہ میں یکم محرم، ۲۵/ جولائی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو پیدا ہوئے، ان کے والد لکھنؤ سے بریلی منتقل ہو گئے تھے، ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے، مرزا اور بیگ کے خطابات اعزاز شاہانہ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، مرزا غلام قادر بیگ طبابت کرتے تھے اور دینی تعلیم بلا معاوضہ دیا کرتے تھے، دوسرے طالب علم آپ کے مطب پر پڑھنے آتے، لیکن آپ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے، پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے اصرار کر کے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہدایہ کا درس لیا اور فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ:

”میں علم و فضل کے شہنشاہ کا شاگرد ہوں، ان شاء اللہ! روز قیامت میں بھی

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کی مبارک صف میں شامل ہوں گا“

حضرت مرزا غلام قادر بیگ کا انتقال بریلی شریف میں یکم محرم، ۱۸ اکتوبر

۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا۔ محلہ باقر گنج میں واقع حسین باغ میں دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب مرزا عبدالوحید بیگ (بریلی) لکھتے ہیں:

”ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق مرزا غلام احمد

قادیانی کذاب سے نہیں رہا، اس لئے یہ کہنا کہ حضرت مولانا غلام قادر بیگ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے

بنیاد اور کذب صریح ہے۔“ ۲۰ ۲۱

۲۰۔ عبدالوحید بیگ مرزا: ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف، شمارہ جون ۱۹۸۸ء

۲۱۔ مقالہ محررہ ۲۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ/ ۲۳ اپریل ۱۹۹۸ء (نوٹ: ۲۹/ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو یہ مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، اسلام آباد کی طرف سے ”ہالی ڈے ان“ اسلام آباد میں منعقد امام احمد رضا کانفرنس میں پیش کیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
التواترين
اللهم صل على محمد
وآله الطيبين الطاهرين
الذين اصطفى لك النبوة
والرسالة
اللهم صل على محمد
وآله الطيبين الطاهرين
الذين اصطفى لك النبوة
والرسالة
اللهم صل على محمد
وآله الطيبين الطاهرين
الذين اصطفى لك النبوة
والرسالة

تعارفی کلمات

بلسلہ تقریب رونمائی
 ”فتاویٰ رضویہ“ جدید ایڈیشن باہتمام
 رضا فاؤنڈیشن، لاہور — منعقدہ ۷/۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء
 بمقام اوارے ہوٹل، لاہور

138

138

Handwritten text in the middle section, possibly a title or a short paragraph.

Handwritten text in the bottom section, possibly a list or a detailed paragraph.

بسم الله الرحمن الرحيم

تعارف فتاویٰ رضویہ، جدید ایڈیشن

باہتمام رضا فاؤنڈیشن، لاہور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین
یہ حقیقت واقعہ کسی سے مخفی نہیں کہ سر زمین پاک و ہندوہ مردم خیز خطہ ہے
جہاں سے ہر علم و فن کے عظیم رجال پیدا ہوئے جن پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں، یہی وہ
خطہ ہے جہاں سے کشور علم و عرفان کے وہ تاجدار پیدا ہوئے جن کے فیضان سے پوری دنیا
نے اکتساب نور کیا۔

ایسی ہی نادر روزگار شخصیت، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی علمی،
تحقیقی اور فقہی یادگار ”فتاویٰ رضویہ“ کی جدید اشاعت کے تعارف کے سلسلے میں ہم اس جگہ
جمع ہوئے ہیں۔

پاک و ہند کے علمی اور دینی سرمائے میں ”فتاویٰ عالمگیری“ کے بعد ”فتاویٰ
رضویہ“ کی بارہ جلدیں گر انقدر اضافہ ہیں، ”فتاویٰ عالمگیری“ حکومت وقت کی سرپرستی
میں تیار ہوا جب کہ ”فتاویٰ رضویہ“ کی تیاری میں کسی حکومت کی سرپرستی شامل نہ تھی،
اول الذکر فتاویٰ تبحر علماء کی ایک جماعت کی محنت کا ثمر تھا، جب کہ مؤخر الذکر فتاویٰ فرد
واحد کی کاوش کا نتیجہ ہے، نیز عالمگیری صرف مسائل پر مشتمل ہے اور ”فتاویٰ رضویہ“ کے
اکثر و بیشتر فتاویٰ دلائل و براہین کا انبار لئے ہوئے ہیں، علاوہ ازیں جدید مسائل کا حل قرآن و
حدیث اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود ضرورت تھی کہ ”فتاویٰ رضویہ“ کو دور جدید کے
تقاضوں کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا جاتا، تاکہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو
سکے، سابقہ ایڈیشنوں میں ایک تو سا بڑا بڑا تھا، کسی جلد کا حجم زیادہ کسی کا کم، دوسری بات یہ تھی
کہ حوالے اور علمی تحقیقات عربی میں تھیں جن کے ساتھ ترجمہ نہیں تھا، نیز پیراہندی کا
فقدان تھا، ان امور کی بنا پر قاری الجھن کا شکار ہو جاتا تھا۔

ایک عرصہ کی سوچ بچار کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے مارچ ۱۹۸۸ء میں فیصلہ کیا کہ ”فتاویٰ رضویہ“ کی از سر نو اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور باوجودیکہ ان کی نگرانی میں کئی شعبے کام کر رہے ہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رضا فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈال دی، اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فتاویٰ کی چار جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں، پانچویں جلد پریس میں ہے اور چھٹی جلد کتابت ہو رہی ہے، اب یہ برادران اہل سنت اور علمی تحقیقات کے قدر دانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علمی اور گرانمایہ جواہر کو ہاتھوں ہاتھ لیں، یاد رہے کہ یہ چار جلدیں ”کتاب الطہارۃ“ کے مسائل پر مشتمل ہیں پانچویں جلد ”کتاب الصلوٰۃ“ سے شروع ہو رہی ہے، اور امید ہے کہ فتاویٰ بیس پچیس جلدوں میں مکمل ہو گا ان شاء اللہ العزیز (الحمد للہ ۲۰۰۰ء کی ابتدا میں سترہ جلدیں چھپ چکی ہیں)۔ بلاشبہ مفتی صاحب کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا اور انہیں اس کا اجر ملتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ فتاویٰ کی نئی اشاعت کے سلسلے میں ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری مدظلہ العالی^۱ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی نے ہماری سرپرستی فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ناسازی طبیعت کے باوجود پروفیسر صاحب اس اجلاس میں تشریف فرما ہیں۔

حوالوں کی تخریج کا کام

۱۔ مولانا اظہار اللہ ہزاروی

۲۔ مولانا محمد عمر ہزاروی

۳۔ مولانا محمد ظفر اللہ نیازی انجام دیتے رہے۔

ان دنوں یہ تمام مراحل

۴۔ مولانا محمد نذیر سعیدی

۵۔ مولانا سردار احمد حسن قادری

دیدہ ریزی اور داغ سوزی کے ساتھ طے کر رہے ہیں، عربی عبارات کا ترجمہ

۶۔ مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۔ وفات (۹ کادن گزار کر رات ساڑھے دس بجے) ۱۰ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۱۸ھ / ۱۷ اپریل ۱۹۹۸ء
۲۔ وفات ۳ شعبان ۱۴۱۳ھ / ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء بروز جمعرات انڈونیشیا اور تدمین کراچی میں ہوئی۔

☆ مولانا مفتی محمد خاں قادری اور

☆ مولانا محمد صدیق ہزاروی، نے انجام دیا،

☆ مولانا محمد عبدالستار سعیدی

☆ مولانا محمد منشا تابش قصوری اور

☆ مولانا محمد صدیق ہزاروی

مفید مشورے دیتے رہے، اس طرح اتنے علماء کی اجتماعی کوششوں سے چار جلدیں منظر عام پر آئی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل اس کارِ عظیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

موجودہ ایڈیشن میں آپ چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱- حواشی میں ماخذ کی جلد، صفحہ اور ایڈیشن کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۲- عربی عبارات کا ایک کالم میں اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۳- پیراہندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴- اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ سائزدرمیانہ ہو اور تمام جلدیں حجم میں تقریباً یکساں ہوں

۵- کتابت و طباعت معیاری، کاغذ بہترین اور جلد عمدہ ہو۔

اس اجلاس میں جو دانشور اور اصحاب علم مقالات پیش کریں گے وہ علمی دنیا میں

محتاج تعارف نہیں ہیں، اس لئے ان کا تعارف کرانے کی بجائے صرف ان کے مقالات کے

عنوانات پیش کرنے پر اکتفاء کروں گا :

۱- قاضی عبدالدائم و دائم (ہری پور)	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ - علم و فضل کا شہ پارہ فکرو فن کا مہ پارہ
۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء، فیصل آباد	فتاویٰ رضویہ، علم ریاضی اور بینات کا استعمال
۳- پروفیسر ڈاکٹر ثناء اللہ بھٹی، لاہور	ریاضیاتی علوم میں امام احمد رضا بریلوی کے کارہائے نمایاں
۴- صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی، لاہور	
۵- ڈاکٹر رشید احمد جانندھری، لاہور	ترجمہ قرآن فقہ و کلام کی روشنی میں

علم فقہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی	۶- پروفیسر محمد اسحاق بھٹی، لاہور
فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت	۷- پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور
	۸- میاں نذیر احمد

اس تقریب کی صدارت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی فرما رہے ہیں، میاں نذیر اختر، جج ہائی کورٹ، لاہور، اور تحقیقات رضویہ کے متخصص پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، اور ماہنامہ ضیائے حرم کے مدیر جناب صاحبزادہ امین الحسنات۔

میں اراکین رضا فاؤنڈیشن اور حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی طرف سے ان تمام حضرات اور تمام حاضرین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری درخواست پر اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ جل مجدہ العظیم کے خاص فضل و کرم اور نبی اکرم ﷺ کی نظر عنایت سے اس مرحلے تک پہنچا ہے اور ان شاء اللہ العزیز پایہ تکمیل تک بھی پہنچے گا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی بہت بڑی کرامت ہے۔

۱۔ یہ خطبہ ۷/۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو ادا ہوا، لاہور میں پڑھا گیا۔۔۔۔۔ اب تک ”فتاویٰ رضویہ“ جدید کی سولہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور کام پیہم جاری ہے۔۔۔۔۔ طاہر

نغماتِ رضا

علومِ دینیہ میں تبحر اور سخنوری میں کمال کا اجتماع بہت کم حضرات کو میسر ہوا ہے حضرت رومی، جامی، سعدی، بو صیری اور امیر خسرو کے قافلہء عشق و محبت کے حدی خوان، حضرت رضا بریلوی بیک وقت عبقری فقیہ بے مثال محدث، اسرار قرآن کے عارف، رموز دین کے شناسا، امت مسلمہ کے بھی خواہ مفکر اور بارگاہ رسالت کے سحر بیان نعت گو شاعر تھے۔

ان کے ہاں آمد ہے، سوز و گداز ہے، شوکت الفاظ اور شکوہ بیان ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام اصنافِ سخن میں سے محبوب کبریا علیہ التحیتہ والثناء کی نعت اور اولیاء کرام کی منقبت کو اپنایا اور اس میدان کی نزاکت اور آداب کو اس طرح نبھایا کہ باید و شاید، اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو وہ مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے کہ پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی آپ کا کلام محبت و عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے، بڑے بڑے شعراء اور ادیب آپ کے کلام کا مطالعہ کر کے بے ساختہ داد و تحسین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں چند تاثرات پیش کئے جاتے ہیں سب سے پہلے ایک ہندو صحافی مدیر ہفت روزہ بھجن (پٹنہ) کا تاثر ملاحظہ ہو۔

مجھے رام چندر کی قسم کہ گذشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں، میں نے دیوبندی حضرات کے فریق مخالف مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائقِ بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات، مولانا احمد رضا

خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے برعکس مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں کا ایک ایک شعر علم و ادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینہ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔ (۱)

جناب رئیس امر و ہوی لکھتے ہیں :

ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیف و سرور سے لبریز ہے جس سے عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے۔ روح پر اہترازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایک صوفی با صفا اور عالم جلیل تھے، ایسی کم یاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں اور عہد آفریں بھی۔ (۲)

حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں :

ان کی گفتگو کا محور، ان کے کلام کا رنگ، ان کی سوچ کا انداز، ان کے فکر کا مرکز عشق رسول اور صرف عشق رسول تھا، میں تو سمجھتا ہوں کہ انکے پیکر پر عشق مصطفیٰ کی قبا رس آئی (۳)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں، وہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو اصل تصوف سمجھتے تھے (۴)

(۱) افتتاحیہ، خیابان رضا (عظیم پبلی کیشنز، لاہور) ص ۲۳

خیابان رضا، ص ۶۵

ص ۵۸

ص ۷۷

۱۔ محمد مسعود احمد پروفیسر :

۲۔ محمد مرید احمد چشتی :

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

حضرت نظیر لدھیانوی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان میں ندرت ہے اس دور میں داغ، امیر، حالی، اکبر، اور داغ و امیر کے تلامذہ کی زبان سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں (۱)۔
 پروفیسر علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں :

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قادری نے فارسی اور اردو میں بے مثال نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمائی نہیں جاسکتی، ان کا ایک ایک لفظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل، عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ ادنی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔ (۲)

جناب سید شان الحق حقی لکھتے ہیں :

بہترین ادبی تحقیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے ہمبرا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں، اس کی مقبولیت اور دلپذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادنی کمال اور مولانا کے شاعرانہ مرتبے پر دال ہے۔

۱۔ محمد مرید احمد چشتی : جہان رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۲۲

۲۔ ایضاً : ص ۱۰۹

۳۔ ایضاً : ص ۱۹۳

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض

شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی (۱)

خصوصاً بارگاہ رسالت میں لکھے گئے سلام رضا کو تو آفاقی مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ کسی سلام کو حاصل نہ ہوئی، شاید ہی کیفِ محبت سے آشنا کوئی شخص ایسا ہوگا جسے اس سلام کے دو چار اشعار یاد نہ ہوں۔

جناب عابد نظامی لکھتے ہیں :

مولانا کا مشہور و مقبول سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ ہر شخص نے کئی کئی بار سنا ہوگا اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہندوپاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں، بلاشبہ یہ سلام سلاست، روانی، تسلسل، شاعرانہ حسن کاری، والہانہ پن کی وجہ سے اردو کاسب سے اچھا سلام ہے۔ (۲)

ماضی قریب میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک کلام یک دم آسمانِ شہرت پر پہنچ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی مقبولیت ماند پڑنے لگی، جب کہ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کی مقبولیت روز افزوں ترقی پر ہے اسے سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سلام و کلام خدا و رسول کی بارگاہ میں مقبول ہو چکا ہے (جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم)

سلام رضا میں، پیکرِ حسن و جمال، محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے اوصافِ جمیلہ، شمائلِ حمیدہ، جو دو عطا اور عظمت و جلالت کو اس حسین پیرائے میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مصرع ایمان کو تازگی بخشتا، اور روح کو معطر کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے

۱۔ محمد مرید احمد چشتی :

خیلانِ رضا ص ۶۸

۲۔ عبدالنبی کوکب مولانا :

مقالات یومِ رضا (دائرۃ المصنفین، لاہور ج ۱ ص ۱۲۲)

اس کے بعد اہل بیت کرام اور صحابہ عظام کی بارگاہ میں عقیدت و محبت میں ڈوب کر سلام عرض کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور اولیائے کاملین، خصوصاً سیدنا غوث اعظم کے دربار میں سلام نیاز کی ڈالیاں پیش کی ہیں اور آخر میں بارگاہ خاوندی میں دعا کی ہے کہ بارالہا! جس طرح ہم دنیا میں تیرے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شوکت کے ڈنکے بجاتے ہیں، اسی طرح روز قیامت بھی ہمیں نعت اور سلام کے نغمے پیش کرنے کی سعادت عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

آداب سلام

محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ صلوة و سلام پیش کرتے وقت چند امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

۱۔ انتہائی خلوص و محبت اور ادب و احترام سے با وضو سلام عرض کیا جائے، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوس میں بھی یہی اہتمام ہو۔

۲۔ سلام عرض کرتے وقت آواز حد اعتدال سے زیادہ بلند نہ ہو، حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خداداد قوت سے خود بھی اہل محبت کا درود و سلام سنتے ہیں اور فرشتے بھی ہم غلاموں کا ہدیہء صلوة و سلام بارگاہ ناز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے شعوری طور پر کوشش کی جائے کہ آواز چلانے کی حد تک بلند نہ ہو۔ بعض لوگ بلند آواز سے صلوة و سلام پیش کرنے کو ہی پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور بہ طور دلیل آیت مبارکہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حضرات کے لیے ہے جن سے آپ گفتگو فرما رہے ہوں، یہ نعمت عظیمہ ہم خفتہ بختوں کو

کہاں میتر ہے؟

۳۔ تلفظ صحیح ہونا چاہیے اور بہتر ہو گا کہ نعت خواں حضرات کسی صاحب علم کو سنا کر اطمینان کر لیا کریں۔

۴۔ اشعار کی ترتیب ملحوظ رکھی جائے پہلے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا جائے، پھر اہل بیت، صحابہ اور اولیاء کی بارگاہ میں عرض کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ اول، آخر اور درمیان، جہاں سے کوئی شعر یاد آیا پڑھ دیا۔

۵۔ معراج شریف، میلاد پاک، اہل بیت اور صحابہ کرام کے ایام ہوں یا گیارہویں شریف کی محفل، دیگر اشعار کے علاوہ موقع کے مناسب اشعار بھی پڑھے جائیں۔

۶۔ عربی میں لفظ ”صلوٰۃ“ درود شریف کے معنی میں آتا ہے سلام پڑھتے وقت ایسے اشعار بھی پڑھے جائیں جن میں درود کا ذکر ہے تاکہ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا کی تعمیل میں درود اور سلام دونوں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ مثلاً

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود

فرش کی طیب و نزهت پہ لاکھوں سلام

۷۔ حدیث شریف میں امام کے لئے ہدایت ہے کہ بیمار اور صاحب حاجت کا خیال رکھا جائے اور مقدار مسنون سے زیادہ طویل قراءت نہ کی جائے، یہی ہدایت، سلام میں بھی ملحوظ رہنی چاہئے اور زیادہ اشعار نہ پڑھے جائیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل محبت ذوق و شوق سے شرکت کر سکیں، نیز گرہ لگا کر دیگر اشعار پڑھنے سے بھی گریز کیا جائے

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۳ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

۱۲۷ ستمبر ۱۹۸۴ء

کتابیات

کتاب

- ۱- احمد رضا خاں بریلوی، امام : کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
- ۲- احمد رضا خاں بریلوی، امام : الدولة المکیه
- ۳- احمد رضا خاں بریلوی، امام : المحجة المؤتمنه
- ۴- احمد رضا خاں بریلوی، امام : قصیدہ چراغ انس، مطبوعہ بدایوں
- ۵- احمد رضا خاں بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ جلد ۱، مطبوعہ فیصل آباد
- ۶- احمد رضا خاں بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ جلد ۱، مطبوعہ شیخ غلام علی، لاہور
- ۷- احمد رضا خاں بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ جلد ۶، مطبوعہ مبارکپور
- ۸- احمد رضا خاں بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، مطبوعہ لاہور
- ۹- احمد رضا خاں بریلوی، امام : المعتمد المستند، مطبوعہ ترکی
- ۱۰- احمد رضا خاں بریلوی، امام : بساتین الغفران، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء
- ۱۱- احمد رضا خاں بریلوی، امام : الكلمة الملہمة، مطبوعہ ملتان
- ۱۲- احمد رضا خاں بریلوی، امام : سبحان السبوح، مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور
- ۱۳- احمد رضا خاں بریلوی، امام : احکام شریعت، جلد نمبر ۱، مطبوعہ کراچی
- ۱۴- احمد رضا خاں بریلوی، امام : المعتقد المنتقد، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور
- ۱۵- احمد رضا خاں بریلوی، امام : حسام الحرمین مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور
- ۱۶- احمد رضا خاں بریلوی، امام : مجموعہ رسائل رد مرزائیت، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور
- ۱۷- احمد رضا خاں بریلوی، امام : حدائق بخشش جلد ۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
- ۱۸- اشرف علی تھانوی، مولوی : الامداد، مطبوعہ امداد المطابع، تھانہ بھون
- ۱۹- اشرف علی تھانوی، مولوی : حفظ الایمان، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند
- ۲۰- اشرف علی تھانوی، مولوی : الخطوب المذیبة

- ۲۱- اشرف علی تھانوی، مولوی : بہشتی گوہر، حصہ یازدہم، مطبوعہ ملک محمد دین، لاہور
- ۲۲- احسان الہی ظہیر، مولوی : البریلویہ (عربی) مطبوعہ لاہور
- ۲۳- ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، : تفسیر مظہری (عربی) جلد ۳، مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی
- ۲۴- حسین رضا خاں، علامہ : وصایا شریف
- ۲۵- حکیم عبدالحی، مولوی : نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم
- ۲۶- خالد شبیر احمد، پروفیسر : تاریخ محاسبہ قادیانیت، مطبوعہ فیصل آباد
- ۲۷- احمد علی، ڈاکٹر : مقالات یوم رضا، جلد ۳، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور
- ۲۸- عبد الماجد دریا آبادی، مولوی : حکیم الامت، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند
- ۲۹- عزیز الحسن : اشرف السوانح جلد ۱، مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ، دہلی
- ۳۰- غلام شہر قادری، مولانا : تذکرہ نوری، مطبوعہ فیصل آباد
- ۳۱- فیروز الدین، مولوی : فیروز اللغات اردو، مطبوعہ فیروز سنز لاہور
- ۳۲- محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی، علامہ : شرح المواہب اللدنیہ، جلد ۱ مطبوعہ مصر،

۱۲۹۲ھ

۳۳- مسلم بن الحجاج قشیری، امام : مسلم شریف عربی، جلد ۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، دہلی

۳۴- محمد بن اسمعیل بخاری، امام : بخاری شریف، جلد ۲، مطبوعہ رشیدیہ، ہند

۳۵- مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم : ملفوظات حصہ سوم، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور

۳۶- محمد عزیر الرحمن بہاؤپوری، مولانا : فیصلہ شرعیہ قرآنیہ

۳۷- محمد ظفر الدین بہاری، مولانا : حیات اعلیٰ حضرت، جلد ۱، مطبوعہ کراچی

۳۸- محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر : اختتامیہ خیابان رضا، مطبوعہ لاہور

۳۹- محمد عبد العظیم زرقانی، علامہ : مناہل العرفان جلد ۱ (دار احیاء الکتب العربیہ، مصر)

۴۰- محمد بن مکرم افریقی، علامہ امام : لسان العرب، جلد ۵، مطبوعہ دار صادر، بیروت

۴۱- محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ فیصل آباد

۴۲- محمد یعقوب ضیاء القادری، مولانا : اکمل التاریخ، جلد ۱، مطبوعہ مطبع قادری، بدایوں

تعارف..... مقالات رضویہ

شرف ملت، محسن اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اہل سنت و جماعت کے ان معدودے چند ممتاز قلم کاروں میں سے ہیں جنہوں نے عصر حاضر کے عظیم اسلامی مصلح و مفکر امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پیغامِ محبت کی خوشبو سے چار دانگ عالم مہکانے میں اہم کردار ادا کیا، یقیناً یہ بات ان کے خلوصِ دل اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی مرہونِ منت ہے، وہ لکھتے ہیں تو ان کی تحریر میں ایسی لطافت ہوتی ہے کہ اپنے پرانے سب کے دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے یقیناً یہی حکمت ہے اور اچھی نصیحت بھی، جسے قرآن کریم نے دعوتِ دین کے لئے ضروری قرار دیا ہے ان کی علمیت، نیک نفسی للہیت، اور دل کی درد مندی نے ان کی تحریروں کو ایک خاص آہنگ دے دیا ہے۔

پیش نظر کتاب ”مقالات رضویہ“ حضرت علامہ شرف ملت کی ان عطربیز تحریروں کا مجموعہ ہے جو امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتابِ زیست کے تابندہ اوراق کھولتی ہیں، یہ تحریریں مختلف کتابوں اور مجلات کی زینت تھیں اور شاید یونہی بکھری رہتیں لیکن فاضل نوجوان جناب محمد عبدالستار طاہر نے ان گلہائے رنگارنگ کو یکجا کر کے ایک گلدستہ بنا دیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور پیش نظر مقالات کو امام اہل سنت کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت بنائے۔

مینجر:

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

تعارف..... مقالات رضویہ

شرف ملت، محسن اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اہل سنت و جماعت کے ان معدودے چند ممتاز قلم کاروں میں سے ہیں جنہوں نے عصر حاضر کے عظیم اسلامی مصلح و مفکر امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے پیغامِ محبت کی خوشبو سے چار دانگ عالم مہکانے میں اہم کردار ادا کیا، یقیناً یہ بات ان کے خلوصِ دل اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی مرہونِ منت ہے، وہ لکھتے ہیں تو ان کی تحریر میں ایسی لطافت ہوتی ہے کہ اپنے پرانے سب کے دلوں میں اترتی چلی جاتی ہے یقیناً یہی حکمت ہے اور اچھی نصیحت بھی، جسے قرآن کریم نے دعوتِ دین کے لئے ضروری قرار دیا ہے ان کی علمیت، نیک نفسی للہیت، اور دل کی درد مندی نے ان کی تحریروں کو ایک خاص آہنگ دے دیا ہے۔

پیش نظر کتاب ”مقالات رضویہ“ حضرت علامہ شرف ملت کی ان عطربیز تحریروں کا مجموعہ ہے جو امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتابِ زیست کے تابندہ اوراق کھولتی ہیں، یہ تحریریں مختلف کتابوں اور مجلات کی زینت تھیں اور شاید یونہی بکھری رہتیں لیکن فاضل نوجوان جناب محمد عبدالستار طاہر نے ان گلہائے رنگارنگ کو یکجا کر کے ایک گلدستہ بنا دیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور پیش نظر مقالات کو امام اہل سنت کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت بنائے۔

مینجر:

مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور